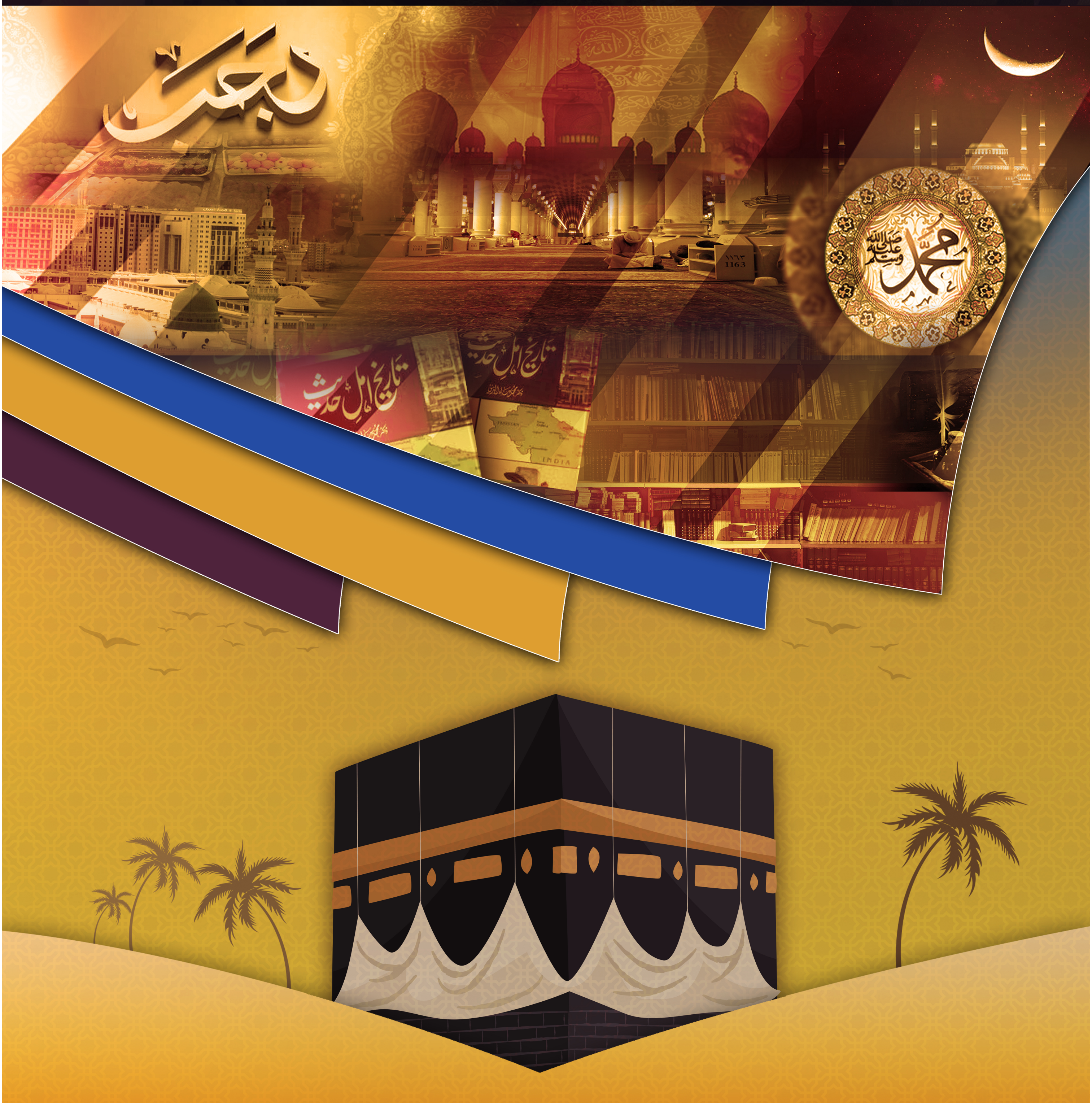
ماہنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

February 2023



وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 43 No. 04 Feburary 2023

Rajab/ Shaban 1444 AH

جلد: 43 شمارہ: 04 فروری 2023ء

رجب/شعبان: 1444ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRAT-E-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK
www.mjah.org.uk/siratemustaqeem
E-mail: info@mjah.org.uk



ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اسی نے نکاح کو حلال اور زنا کو حرام کیا ہے۔

﴿خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾(سورۃ الفرقان:54)

”وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا، پھر اس سے نسب اور سسرال کے دو الگ سلسلے چلائے تیرا رب بڑا ہی قدرت والا ہے۔“

اپنے نفس کے شر سے اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے آپ ﷺ کو ہدایت اور دین کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ اسے سارے ادیان پر غالب کر دے، چاہے یہ مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے بھلے اہل بیت پر، نیک صحابہ کرام پر، آپ ﷺ کی ہدایات پر چلنے والوں اور تاقیامت تک آپ ﷺ کی سنت پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریقہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ ایجاد کردہ عبادتیں بدترین کام ہیں۔ ہر ایجاد کردہ عبادت بدعت ہے ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لیجاتی ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے اللہ سے ڈرو۔ جن چیزوں سے اس نے منع کیا یا خوب ڈانٹا ہے ان سے بچ جاؤ۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾(سورۃ آل عمران:102)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام اور نکاح کو جائز کیا ہے۔ اسے انسانی نسل کے بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾(سورۃ النساء:1)

”لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔ اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مضبوط معاہدہ قرار دیا ہے۔ اس لیے اس پر بہت سے حقوق، واجبات اور احکام مترتب کیے ہیں، جنہیں اس نے واضح آیات میں نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازدواجی تعلق کی بنیاد مودت ورحم دلی پر رکھی ہے، جن کے ذریعے انسان کے اندر محبت اور الفت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ (سورۃ الروم:21)

”اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔“

اس نے اچھی صحبت اختیار کرنے اور دوسروں کا بھلا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (سورۃ النساء:19)

”ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔“

اسی طرح فرمایا:

﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾ (سورۃ الطلاق:2)

”یا انہیں بھلے طریقے سے (اپنے نکاح میں) روک رکھو، یا بھلے طریقے پر اُن سے جدا ہو جاؤ۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حقوق اور واجبات میں انصاف سے کام لیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (سورۃ البقرہ:228)

”عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق اُن پر ہیں۔“

مگر نگرانی اور ولایت مرد کے ہاتھ میں رکھی۔ فرمایا:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ

أَمْوَالِهِمْ﴾ (سورۃ النساء:34)

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ظلم، اذیت، زیادتی، حد سے گزرنے اور ناانصافی سے منع کیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾

"محض ستانے کی خاطر انہیں نہ روکے رکھنا یہ زیادتی ہو گی اور جو ایسا کرے گا، وہ در حقیقت آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرے گا۔"(سورۃ البقرہ:231)

اسی طرح فرمایا:

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾(سورۃ الطلاق:6)

"اُن کو اُسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو، جیسی کچھ بھی جگہ تمہیں میسر ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے ان کو نہ ستاؤ۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا يفرك مؤمن مؤمنة، إن كره منها خلقًا رضي منها آخر» (صحیح مسلم)

"کوئی مومن کسی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، کیونکہ اگر اسے اس کی کوئی بات بری لگی ہے تو دوسری باتیں اچھی بھی تو لگتی ہیں۔"

اے مسلمانو! شادی کی ذمہ داری بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس کی بنیاد پر بہت سے حقوق و فرائض متعین ہوتے ہیں۔ اس کے ذریعے شرمگاہوں کی حفاظت ہوتی ہے اور نسل انسانی کی بقا بھی اسی میں ہے۔ اسی سے سعادت بھی ملتی ہے اور سکون بھی میسر آتا ہے۔ نکاح کے مضبوط معاہدے کو طے کیا جاتا ہے تو ولی، حق مہر اور گواہی کے ارکان بھی پورے کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾

"اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔"(سورۃ النساء:21)

اللہ تعالیٰ نے طلاق کو جائز تو کیا ہے، مگر بنیادی طور پر یہ منع ہی ہے۔ صرف ضرورت کے وقت اور مشکل سے بچانے کے لیے اسے جائز کیا گیا ہے۔ اسلام نے علیحدگی اختیار کرنے سے پہلے گھرانوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی تلقین فرمائی ہے۔ اس رشتے کے استمرار کے لیے وعظ و نصیحت، جسمانی دوری اور ادب سکھانے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾(سورۃ النساء:34)

"جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں اُن سے علیحدہ رہو اور مارو، پھر اگر تم وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔"

طلاق سے پہلے صلح کی کوشش کی بھی ترغیب دلائی ہے۔ فرمایا:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾(سورۃ النساء:35)

"اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ اُن کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے"

اسی طرح فرمایا:

﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (سورۃ النساء:128)

"جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں اور بیوی آپس میں صلح کرلیں صلح بہر حال بہتر ہے۔"

یعنی: صلح اختلاف، سختی، حقوق کی عدم ادائیگی اور طلاق سے بہتر ہے۔

﴿وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورۃ النساء:129)

"اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

لیکن جب دلوں میں نفرت آ جائے اور ان کا پھر سے ملنا ممکن نہ رہے، امید ختم ہو جائے اور اصلاح سے مایوسی ہو جائے تو

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

"یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔"(سورۃ البقرہ:229)

طلاق آخری حل ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ حلال ہے۔ اس لیے شریعت نے لوٹنے، رجوع کرنے کی ترغیب دلائی اور حق طلاق کو مرد کے ہاتھ میں رکھا۔ اسے دو مرتبہ رجوع کرنے کا حق دیا۔

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾(سورۃ الطلاق:229)

"طلاق دوبار ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک

لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔"

مطلقہ عورت اپنے شوہر کے گھر تین ماہواریوں تک عدت میں رہتی ہے۔

﴿لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا﴾(سورة الطلاق:1)

"شاید اس کے بعد اللہ کوئی صورت پیدا کر دے۔"

عین ممکن ہے کہ وہ پلٹ آئیں اور صلح کر لیں۔

﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (سورۃالبقرہ:228)

"اُن کے شوہر تعلقات درست کر لینے پر آمادہ ہوں، تو وہ اس عدت کے دوران اُنہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لے لینے کے حق دار ہیں عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق اُن پر ہیں البتہ مردوں کو اُن پر ایک درجہ حاصل ہے اور سب پر اللہ غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم و دانا موجود ہے۔"

اللہ کے بندو! طلاق کے معاملے میں جلد بازی کرنے سے خاندانی دوریوں اور لڑائیوں کی مصیبت شروع ہوتی ہے، یہ دلی نفرت کی بنیاد ہے، اس سے محبوب رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس کا حقیقی شکار معصوم بچے ہوتے ہیں۔

طلاق صحبت کو بگاڑنے والی چیز ہے، پیاروں کو جدا کرنے والی ہے، گھرانوں کو توڑنے والی ہے۔ یہ خاندانوں کو چیر کے رکھ دیتی ہے۔ طلاق تربیت اولاد میں بڑی رکاوٹ ہے۔ ان کی خرابی اور حقوق کے ضیاع کا سبب ہے۔ تو اے والدین کرام! اللہ سے ڈرو۔ سیدنا جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ، فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدُهُمْ، فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ: وَيَجِيءُ أَحَدُهُمْ، فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ - أَوْ قَالَ: فَيَلْتَزِمُهُ - وَيَقُولُ: نِعْمَ أَنْتَ أَنْتَ» (صحیح مسلم)

"ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنے دستوں کو بھیجتا ہے، اس کے یہاں سب سے زیادہ قریبی مقام والا وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ کوئی آ کر کہتا ہے: میں نے ایسا اور ایسا کیا۔ مگر شیطان کہتا ہے: تونے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ بیان کرتے ہیں: لیکن ایک شیطان آ کر کہتا ہے: میں نے اسے تب تک نہیں چھوڑا جب تک اسے اس کی بیوی سے الگ نہیں کر دیا۔ بیان کرتے ہیں: شیطان اسے اپنے قریب کر لیتا ہے، یا فرمایا: اسے بوسہ دیتا ہے، کہتا ہے: ہاں! تونے بہت بڑا کام کیا ہے۔"

تو اے مسلمانو! عورتوں کے ساتھ نرمی کرو۔ عورت کمزور ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

«استوصوا بالنساء خيرًا»

"میں آپ کو عورتوں کے متعلق نصیحت کرتا ہوں۔"

اسی طرح فرمایا:

«لا يفرك مؤمن مؤمنة، إن كره منها خُلقًا رضي منها آخر» (صحیح مسلم)

"کوئی مومن کسی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، کیونکہ اگر اسے اس کی کوئی بات بری لگی ہے تو دوسری باتیں اچھی بھی تو لگتی ہیں۔"

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے!

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾(سورۃالنساء: 19)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں تنگ کر کے اُس مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انہیں دے چکے ہو ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو ضرور تمہیں تنگ کرنے کا حق ہے) ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اُسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔"

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن عظیم سے برکت عطا فرمائے! اس میں آنے والی آیات اور ذکر حکیم سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔ یقینًا! وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

حمد و ثنا اللہ ہی کے لیے ہے، جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا، پھر اسی نفس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، پھر ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں پیدا کیں، اس نے جو بنایا، خوب بنایا، جو احکام نازل کیے، شاندار بنائے۔ ہر نفس کو راستہ دکھایا۔ ہم اللہ کی ایسی تعریف کرتے ہیں جس کی کوئی انتہا نہ ہو، اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں، جو اس نے مہربانی کرتے ہوئے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

اللہ کے بندو! نکاح حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔

عفت، پاک دامنی کا سب سے بڑا داعی اور گناہوں اور خطاؤں سے بچنے کا بہترین راستہ ہے۔ تو اپنے نطفوں کے لیے بہترین ساتھی کا انتخاب کرو اور دین دار شریک حیات کو پالو۔ ان خوبصورت عورتوں سے بچو جن کی تربیت اچھی نہ ہو۔ کیونکہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہی ہیں، اور پاک باز عورتیں پاک باز مردوں کے لیے ہی ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِدِينِهَا، وَجَمَالِهَا، وَمَالِهَا، وَحَسَبِهَا، فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ» (صحیح مسلم)

”عورتوں کے ساتھ چار چیزوں کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے: ان کے دین کی بنیاد پر، ان کی خوبصورتی کی بنیاد پر، ان کے مال کی بنیاد پر، اور ان کے حسب و نسب کی بنیاد پر۔ تو تیرا بھلا ہو، دین دار کو پالو۔“

اے لوگو! طلاق نجات کا راستہ بھی ہے، بالخصوص جب اتفاق باقی نہ رہے، طبیعتیں مختلف ہوں اور ہمیشہ لڑائی جھگڑا جاری رہنے لگے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ﴾

”لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہی ہو جائیں تو اللہ اپنی وسیع قدرت سے ہر ایک کو دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کر دے گا۔“ (سورۃ النساء:130)

تو اللہ سے ڈرو، طلاق کو کدورتیں پالنے، تعلق توڑنے اور رابطے ختم کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾ (سورۃ البقرۃ: 237)

”آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔“

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کا محسنوں پر یہ حق مقرر کیا ہے کہ انہیں معروف طریقے کے مطابق کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے۔

اے مردوں کی جماعت! اے ذمہ داران! تم سب ذمہ دار ہو اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ سنو! عورتیں تمہارے پاس امانتیں ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ ان کی عزت، باعزت لوگ ہی کرتے ہیں۔ ان کی بے عزتی گھٹیا لوگ ہی کرتے ہیں۔ سیدنا مقداد بن معدی کرب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى- يُوصِيكُمْ بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، إِنَّ اللَّهَ يُوصِيكُمْ بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، إِنَّ اللَّهَ يُوصِيكُمْ بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، إِنَّ اللَّهَ يُوصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ، وَبَنَاتِكُمْ، وَأَخَوَاتِكُمْ، وَعَمَّاتِكُمْ، وَخَالَاتِكُمْ»

”اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو عورتوں کے بارے میں حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہے۔ اللہ آپ کو عورتوں کے بارے میں خیر خواہی کی نصیحت کرتا ہے۔ اللہ آپ کو عورتوں کے بارے میں اچھے سلوک کی نصیحت کرتا ہے۔ اللہ آپ کو ماؤں کے بارے میں نصیحت کرتا ہے۔ تمہاری بیٹیوں کے بارے میں، تمہاری بہنوں کے بارے میں، تمہاری پھوپھو کے بارے میں اور تمہاری خالاؤں کے بارے میں نصیحت کرتا ہے۔“ (طبرانی)

سیدنا سلیمان بن عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”مجھے میرے والد نے بتایا کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ تب آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، لوگوں کو یاد دہانی کرائی، انہیں وعظ و نصیحت کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ، لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، إِنَّ لَكُمْ مِنْ نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ، فَلَا يُوَطِّئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ»

”میں آپ کو عورتوں کے متعلق حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں، وہ تمہارے ماتحت ہیں۔ ان پر زیادتی کا تم کوئی حق نہیں رکھتے، الا یہ کہ ان سے کوئی واضح گناہ سرزد ہو جائے۔ اگر ایسا ہو، تو بستروں میں ان سے دوری اختیار کر لو، اور انہیں ہلکی پھلکی سزا دو، اگر وہ آپ کی بات مان لیں، تو پھر ان پر زیادتی نہ کرو۔ عورتوں پر تمہارا حق ہے، اور تم پر ان کا حق ہے۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ تمہارے بستروں پر ایسے شخص کو نہ بٹھائیں جو آپ کو ناپسند ہو، تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ دیں جو آپ کو اچھے نہ لگتے ہوں۔ ان کا حق یہ ہے کہ تم کھانے اور لباس کے معاملے میں ان پر احسان کرو۔“ (جامع ترمذی)

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي أُحَرِّجُ عَلَيْكُمْ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ» (مستدرک حاکم)

”میں دو ضعیف لوگوں کا حق ضائع کرنے سے تمہیں خبردار کرتا ہوں، ایک یتیم اور دوسری عورت۔“

اے مسلمان بہنو! بے قراری، ضد، شوہروں کے ساتھ بد تمیزی، گھروں کے راز فاش کرنا اور ذمہ

داریاں ادا نہ کرنا، سوشل میڈیا پر نظر آنے والی حقیر چیزوں کا اثر قبول کرنے سے گھر خراب ہوتے ہیں، گھرانے ٹوٹتے ہیں، اور آپ کی زندگی پر ان چیزوں کے منفی اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ تو اپنے گھروں اور شوہروں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ» (مسند احمد)

اگر عورت اپنی پانچ نمازیں پڑھ لے، اپنے مہینے کے روزے رکھ لے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر لے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، تو اسے کہا جاتا ہے: جس دروازے سے چاہو، جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

تو اے لوگو! زوجین کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا، الفت کو ختم کرنے کی کوشش کرنا، ان کے درمیان فتنہ پیدا کرنا، ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کے خلاف کرنا، جدائی اور طلاق کا سبب بننا ایسا ناجائز کام ہے، جسے کرنے والے کو اس کے برے اثرات دیکھنا ہی پڑتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا»

"جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (مستدرک حاکم)

اے مسلمان عورت! اللہ سے ڈرو، شادی ایک مضبوط بندھن ہے، کسی معقول وجہ کے بغیر طلاق نہ مانگو۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ، لَمْ تَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" (مسند احمد)

جس عورت نے اپنے شوہر سے کسی معقول وجہ کے بغیر طلاق کا مطالبہ کیا، تو اسے جنت کی خوشبو تک نہیں آئے گی۔"

بعد ازاں! اللہ کے بندو! صبر عظیم ترین فضیلت ہے، تقرب کا بہترین ذریعہ ہے، جلیل القدر نیکی ہے۔ تو صبر کرو، برائی کرنے والے کو معاف کرو، ایک دوسرے کو حق اور صبر کی نصیحت کرتے رہو۔ صبر، آسانی کی کنجی ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ درجات بلند کرتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ (سورۃ البقرہ:155)

"صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (سورۃ الزمر:10)

"صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

تو اے لوگو! صبر سے کام لو۔ صبر سے کام لو۔

﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ * الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورۃ آل عمران:133-134)

"دوڑ کر چلو اُس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، اور وہ خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی۔ جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔"

اے اللہ! ہمیں صبر کا راستہ دکھا۔ ہمیں معافی، درگزر اور غصے پر قابو پانے کی توفیق عطا فرما۔ اپنی رحمت سے! اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اے اللہ! ہمارے لیے ایمان کو محبوب بنا اور ہمارے دلوں میں اسے مزین فرما۔ کفر، گناہ اور نافرمانی کو ہمارے دلوں میں ناپسند فرما۔ ہمیں کامیاب فرما!

اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدمی نصیب فرما! اے اللہ! اے دلوں کا حال بدلنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین کی طرف لے آ!

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (سورۃ آل عمران:8)

"پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے، تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔"

اللہ آپ پر رحم فرمائے! درود و سلام بھیجو اس ہستی پر کہ جن پر درود و سلام بھیجنے کا حکم تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:56)

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما! محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی تھیں۔ اسی طرح برکتیں نازل فرما، محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے آلِ ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی تھیں۔ تو بڑا قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

☆☆☆



ماہ رجب کی بدعات

شیخ محمد طیب سلفی

رجب اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے جو حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے جس میں ظلم وزیادتی فسق وفجور اور ہر طرح کی گناہوں سے روکا گیا ہے، لہٰذا اس ماہ میں احکام الٰہی کی بجا آوری کا اہتمام نیز شر وفساد، شرک وکفر، بدعات اور دیگر معصیات ربانی سے اجتناب زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے کیوں کہ اس ماہ کی حرمت وعزت کا یہی تقاضا ہے، مگر حیف صد حیف مسلمان اس حرمت والے مہینے میں خاص طور سے بہت سی بدعتوں کے مرتکب ہوتے ہیں جیسے۔

1۔ لکھی اور ہزاری روزے

نام نہاد مسلمان اس ماہ میں لکھی، ہزاری اور مریم روزہ رکھتے ہیں جس کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ 27 تاریخ کو ایک روزہ رکھنے سے لاکھوں اور ہزاروں روزوں کا ثواب ملتا ہے، اور اگلے اور پچھلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ روزہ بدعت ہے، اس کا کوئی ثبوت شریعت محمدیہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے، اس کے رکھنے رکھانے سے ثواب نہیں بلکہ عذاب کا خطرہ ہے، اللہ تعالی اس سے خوش نہیں بلکہ ناراض ہوگا، لہٰذا مسلمانوں کو اس بدعت سے بچنا چاہئے اور مذکورہ (من گھڑت) روزے رکھ کر اللہ کے دین متین میں زیادتی کر کے گناہ عظیم مول نہیں لینا چاہئے، ان روزوں کے ثبوت میں نام نہاد مسلمان جو احادیث پیش کرتے ہیں وہ قطعا ثابت نہیں، ان سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

چنانچہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں رقمطراز ہیں:

"روزۂ رجب کے متعلق جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب کی سب واہی اور غیر معتبر ہیں جس سے کوئی بھی عالم خوش نہیں ہو سکتا۔"

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو موضوع اور بناوٹی کہا ہے۔

2۔ صلاۃ رغائب

ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ کو نام نہاد مسلمان ایک خاص نماز ثواب جان کر پڑھتے ہیں جو صلاۃ رغائب کے نام سے موسوم ہے حالانکہ یہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین سے ثابت نہیں۔

علامہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه الصلاة بدعة عند جمهور العلماء

"یہ نماز جمہور علماء کے نزدیک بدعت ہے۔"

پھر فرماتے ہیں کہ

"یہ بدعت پانچویں صدی ہجری میں نکلی ہے، 400 سال تک مسلمانوں کا دامن اس بدعت کی آلودگی سے پاک وصاف رہا، تعجب ہے کہ آج لوگ اس بدعت اور بے بنیاد چیز کی طرف کس قدر راغب ہیں۔ چاہے فرض نمازیں نہ پڑھیں لیکن صلوۃ رغائب قضاء نہ ہو۔ اللہ تعالی سے ڈرو، اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو۔"

3۔ جشن معراج

اسی ماہ کی 27 شب کو نام نہاد مسلمان جشن معراج مناتے ہیں جب کہ یہ ثابت ہی نہیں کہ اسی رات معراج ہوئی۔

اس سلسلے میں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں علماء کے 10 سے زیادہ اقوال موجود ہیں مولانا عبد الحئ حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هو أمر مختلف بين المحدثين والمؤرخين

"معراج کی تاریخ میں محدثین ومورخین کا بہت کچھ اختلاف ہے۔"

تاریخ تو ایک طرف مہینے میں بھی اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ

ربیع الاول میں معراج ہوئی۔

بعض کا قول ہے کہ

ربیع الثانی میں ہوئی کسی کے نزدیک رمضان میں تو کسی کے یہاں شوال میں، یہ اختلاف معراج کے مہینے میں ہے، پھر تاریخ معراج میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہے۔

معراج مکہ مکرمہ میں ہوئی، بعد ازاں 10 سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رہے ہر سال معراج اور شب معراج آتی رہی لیکن کبھی آپ نے نہ خود کوئی جشن منایا اور نہ ہی کسی کو جشن منانے کا حکم دیا، نہ کوئی جلوس نکالا، نہ اس رات کی کوئی خاص فضیلت بیان فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ خلفائے اربعہ ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام نے جشن منایا اور نہ ہی ائمہ دین میں سے کسی کا جشن معراج منانے پر عمل ہے، نہیں ہرگز نہیں، معلوم ہوا کہ جشن معراج منانا دین میں نئی ایجاد ہے۔

نیز اسی رات مسجدوں گھروں اور بازاروں وغیرہ میں کثرت سے چراغاں اور روشنی کرتے ہیں کھانوں کی دعوتیں ہوتی ہیں۔

4۔ نیز براق کی تصویر ایک گھوڑے کی شکل پر بنائی جاتی ہے جس کے دو بازو ہوتے ہیں اور

اس کا چہرہ خوبصورت عورت کے چہرے کی مانند ہوتا ہے۔

کونڈے

5۔اس مہینے کی 22 تاریخ کو نام نہاد مسلمان حضرت جعفر صادق کے نام کے کونڈے کرتے ہیں جو آیت قرآنیوَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِکی روسے حرام ہے ،یعنی یہ غیر اللہ کے لئے نذر ماننے کے حکم میں ہے اس رسم کے متعلق ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خود حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ

"22 رجب کو کونڈے کرو اور میرے توسل سے مراد طلب کرو اور جو مراد پوری نہ ہو تو قیامت میں تمہارا ہاتھ اور میرا دامن ہو گا۔"

یہ سراسر افتراء اور جھوٹی بات ہے جو حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کی گئی ہے،کوئی ادنی مسلمان بھی ایسی لغو و لایعنی بات نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ حضرت جعفر صادق! یہ رسم خلاف شرع اور بدعت محدثہ ممنوعہ ہے کیونکہ نہ نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین سے اور نہ ائمہ اسلام سے منقول ہے یہ در حقیقت شیعوں کی ایجاد واختراع ہے۔

6۔نیز اسی مہینے کی 6 تاریخ کو اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر نام نہاد مسلمان عرس و میلہ لگاتے ہیں پھر وہاں پر جو گل کھلاتے ہیں ایک موحد مسلمان کی روح اس کو دیکھ کر کانپنے لگتی ہے، وہاں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں،سجدے کرتے ہیں، قبر پر غلاف چڑھاتے ہیں، پھول ڈالتے ہیں، چیخ چیخ کر روتے ہیں اور اپنی حاجات و مرادیں طلب کرتے ہیں،قبر کا طواف کرتے ہیں جو کھلم کھلا شرک ہے۔

اوپر کی تشریحات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مذکورہ تمام اعمال وافعال ماہ رجب میں محض شرک وبدعت ہیں،بنا بریں ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ ان کاموں سے خود بھی بچیں اور اپنے دوست واحباب کو بھی بچنے کی تلقین کریں، اگر اب تک آپ نے یہ مہینہ شرک وبدعت کے زیر سایہ گزارا ہے تو اب حق بات کی وضاحت کے بعد ان کاموں سے تائب ہو کر اس سال کے اور آئندہ ماہ رجب کو سلامتی کے ساتھ گزاریں۔

اللہ ہمیں اتباع سنت کی توفیق بخشے کیوں کہ دونوں جہاں کی بھلائی اتباع سنت میں مضمر ہے اور سیاہ بختی سنت سے اعراض کرنے اور منہ پھیرنے میں ہے۔

☆☆☆

ماہ رجب کی خاص فضیلت

ماہ رجب کی اتنی عمومی فضیلت تو ثابت ہے کہ وہ چار حرمت والے مہینوں میں شامل ہونے کی وجہ سے باقی مہینوں سے زیادہ قابل احترام اور متبرک ہے، لیکن بطورِ خاص ماہ رجب کی فضیلت میں کوئی بھی روایت ثابت نہیں۔

جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ

"لم يرد فى رجب على الخصوص سنة صحيحة ولاسنة ولاضعيفة ضعفا خفيفا بل جميع ما روى فيه على الخصوص امام موضوع مكذوب أو ضعيف شديد الضعف."

"خاص طور پر ماہ رجب کے متعلق کوئی صحیح حسن یا کم درجے کی ضعیف سنت وارد نہیں بلکہ اس سلسلے میں وارد تمام روایات یا تو من گھڑت اور جھوٹی ہیں یا شدید ضعیف ہیں۔"(السیل الجرار:143/2)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

"بطورِ خاص رجب کے روزے رکھنے کے متعلق تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں ۔ اہل علم ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔"

(مجموع الفتاویٰ:290/20)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

"رجب کے روزے اور اس کی کچھ راتوں میں قیام کے متعلق جتنی بھی احادیث بیان کی جاتی ہیں وہ تمام جھوٹ اور بہتان ہیں۔"(المنار المنیف:ص96)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

"ایسی کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں جو ماہ رجب میں مطلقاً روزے رکھنے یا رجب کے کسی معین دن کا روزہ رکھنے یا اس کی کسی رات کے قیام کی فضیلت پر دلالت کرتی ہو۔"(تبیین العجب،ص11)

سید سابق رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ "رجب میں روزے رکھنا دوسرے مہینوں میں روزے رکھنے سے افضل نہیں۔"(فقہ السنۃ:383/1)

اہل علم کے درج بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ ماہ رجب کی کوئی بھی خاص فضیلت ثابت نہیں اور جن روایات میں اس کی کوئی بھی فضیلت مروی ہے وہ تمام کذب وافترا ہیں۔

رجب کی فضیلت کے عدم ثبوت کے ضمن میں بعض اہل علم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ نے حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کی ترغیب دلائی ہے۔"

اور چونکہ رجب بھی حرمت والے مہینوں میں شامل ہے۔ اس لئے اس کے روزے اس عمومی حدیث کی وجہ سے مستحب ہوئے۔

تو یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہ روایت بھی ثابت نہیں بلکہ ضعیف ہے جیسا کہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے۔(ضعیف أبو داؤد:2328)

☆☆☆



نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم

نومبر کے اواخر میں مفتی پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی کا انتقال ہوا، ان کے برادر خورد مفتی تقی عثمانی نے ان کی نماز پڑھائی۔ گو انہوں نے سری طور پر نماز پڑھائی لیکن مائیک نے ان کی پست آواز کی قراءت بھی قابل سماعت بنا دی۔ انہوں نے پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی تھی اور چونکہ حنفی مذہب کے مطابق صرف ثناء پڑھی جاتی ہے، اس لیے یہ بات ان کے مقتدیوں کے لیے اچنبھے کا باعث بنی۔ انہیں وضاحت دینی پڑی کہ حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روشنی میں ان کا رجحان سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا ہے۔

دیوبندی علماء نے اسے موضوع بحث بنایا۔

میں نے 2 علماء کے یوٹیوب پر مفصل بیانات سنے ہیں، ایک مولانا محمد الیاس گھمن تھے اور دوسرے پاکستان سے باہر ایک چینل پر مفتی منیر احمد اخون۔

انہوں نے اپنے مسلک کی ترجمانی یوں کی کہ پہلی تکبیر کے بعد صرف ثناء پڑھی جائے گی اور کوئی قراءت نہ ہو گی، دوسری تکبیر کے بعد درود اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے مسنون دعائیں اور چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص سورۃ الفاتحہ بطور قراءت نہیں بلکہ بطور دعا پڑھ لے تو مذہب میں اس کی گنجائش ہے، یہ بھی کہا کہ الفاتحہ کو بطور قراءت پڑھنا مکروہ کہلائے گا، لیکن پھر یہ کہنا کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہو گا، حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہوتے ہوئے ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ ایسی جسارت جس کی توقع ایک دیوبندی عالم سے نہیں کی جاسکتی۔ کیا کہیں گے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جنہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ "نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔" (حجۃ اللہ البالغہ:36/2)

اور ان کی اسی جسارت نے مجھے اس تحریر کے لکھنے پر آمادہ کیا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم اور عام اہل حدیث کا اختیار کردہ مسلک ہی راجح ہے اور احناف کے جن جید علماء نے اس مسلک کو اختیار کیا ہے، انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی رائے پر عمل کیا ہے کہ اگر کوئی بات سنت سے ثابت ہو جائے تو اسی پر عمل کیا جائے اور ان کے قول کو چھوڑ دیا جائے۔(حاشیہ ابن عابدین:63/1)

ہمارے نزدیک راجح مسلک کے دلائل یہ ہیں:

1۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا عنوان دیا ہے:

"باب قراءة الفاتحة الكتاب على الجنازة"

اور پھر تحریر کیا:

اور الحسن (یعنی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: بچے پر فاتحۃ الکتاب پڑھے اور کہے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفاً وَفَرَطاً وَأَجْراً

اور پھر یہ حدیث (نمبر 1335) درج کی:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ لِيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند طلحہ بن عبد اللہ بن عوف تک بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ طلحہ نے کہا: میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو انہوں نے الفاتحہ کی تلاوت کی، اور پھر کہا: تاکہ تم لوگ جان لو کہ یہ سنت ہے۔"

1۔ اسی واقعہ کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں نقل کیا ہے (اور یہ روایت شعبہ کے طرق سے آئی ہے)

"میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اس بارے سوال کیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! میرے بھتیجے! یہی حق اور سنت ہے۔"

2۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا: میں نے ان سے پوچھا: کیا قراءت ہو گی؟

انہوں نے کہا: ہاں۔ یہی حق اور سنت ہے۔

3۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن مہدی کے طریق سے روایت کی اور یہ الفاظ کہے:

"یہ سنت میں سے ہے یا سنت کے پورا ہونے سے ہے (من تمام السنہ)

4۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن سعد کے طریق سے یہ الفاظ درج کیے:

"تم فاتحۃ الکتاب پڑھو گے اور ایک سورت بھی اور پھر انہوں نے بلند آواز سے قراءت کی اور ہمیں اپنی آواز سنائی، جب نماز ہو چکی تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور سوال کیا تو انہوں نے کہا: سنت ہے اور حق ہے۔

5۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عجلان کے طریق سے روایت کی کہ انہوں نے سعید بن ابی سعید کو یہ کہتے سنا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو 'الحمد' کو بلند آواز پڑھا پھر کہا: میں نے اس لیے بلند آواز پڑھا تاکہ تم جان لو کہ یہ بات سنت ہے۔

6۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اسی بات پر اجماع ہے

کہ اگر صحابی کسی بات کو سنت کہے تو وہ حدیث مسند ہے یعنی وہ اللہ کے رسول کی سنت ہے۔

7۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر فاتحۃ الکتاب پڑھی۔

اور پھر کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تھا کہ یہ سنت ہے۔

8۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے شرحبیل بن سعد کے طریق سے روایت کی کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے 'ابواء' کے مقام پر نماز جنازہ پڑھائی، پھر اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے الفاتحہ کی تلاوت کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، پھر یہ دعا پڑھی: اَللّٰھُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ .... اور آخر میں کہا: اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلاَ تَفْتِنَا بَعْدَهُ

انہوں نے تین تکبیریں کہیں اور پھر پلٹے اور کہا: اے لوگو! میں نے اس جنازہ پر بلند آواز سے نہیں پڑھا مگر تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ یہ سنت ہے۔"

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم نے شرحبیل سے روایت نہیں لی ہے۔ لیکن میں نے یہ روایت اس لیے بیان کی ہے کہ یہ روایت پہلی تمام روایتوں کی تائید کرتی ہے۔ شرحبیل کے ثقہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف واقع ہوا ہے۔

اس روایت سے اس مقام کا علم بھی ہوا کہ جہاں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہ مقام ابواء ہے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان کہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مدفون ہیں اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

اس سے مراد دونوں باتیں ہو سکتی ہیں کہ نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا سنت ہے یا یہ کہ سورۃ الفاتحہ تو ہر صورت پڑھی ہی جائے گی لیکن اسے باآواز بلند پڑھنا بھی سنت ہے۔

دوسری دلیل:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے بروایت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ على جَنائزنا أربعًا، ويقرأُ بفاتحةِ الكتابِ في التَّكبيرةِ الأُولى (الحاكم: 1/385؛ البیہقی: 4/39)

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جنازوں پر 4 تکبیرات کہا کرتے تھے اور پہلی تکبیر کے بعد فاتحۃ الکتاب پڑھا کرتے تھے۔"

تیسری دلیل:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسناد کے ساتھ ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

السُّنَّةُ في الصَّلاةِ على الجِنازةِ أن يقرأَ في التكبيرةِ الأُولى بأمِّ القرآنِ مخافَتَةً، ثم يُكبِّرُ ثلاثًا، والتَّسليمُ عند الآخِرةِ (سنن نسائی: 1991)

"نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ام القرآن (یعنی سورۃ الفاتحہ کو آہستہ سے پڑھے اور اس کے بعد تین تکبیرات کہے اور آخری تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (الام: ص579)

چوتھی دلیل:

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسناد کے ساتھ ام شریک انصاریہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

«أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَقْرَأَ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» (سنن ابن ماجہ: 1496)

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جنازے میں فاتحۃ الکتاب پڑھیں۔"

امام ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی اسناد کے ساتھ امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ ابو امامہ کو سنا کہ وہ سعید بن المسیب کو بتا رہے تھے کہ نماز جنازہ کی یہ سنت ہے کہ تم فاتحۃ الکتاب پڑھو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو پھر میت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو یہاں تک کہ نماز پوری ہو جائے اور صرف ایک ہی دفعہ قراءت کرو پھر سلام پھیر دو۔" (مصنف ابن ابی شیبہ: 11497)

پانچویں دلیل:

امام ابن ابی شیبہ اپنی اسناد عبید بن السباق تک لے جاتے ہیں اور ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سہل بن حنیف کو دیکھا کہ انہوں نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر پہلی تکبیر کے بعد ام القرآن (یعنی الفاتحہ) کی تلاوت کی پھر اپنی تکبیرات کے دوران دعائیں کرتے رہے اور پھر جب ایک تکبیر باقی رہ گئی تو نماز والا تشہد پڑھا پھر تکبیر کہی اور لوٹ گئے۔" (ابن ابی شیبہ: 11510-11517)

چھٹی دلیل:

ابن ابی شیبہ اپنی اسناد کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام فضالۃ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جس نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، اس نے فاتحۃ الکتاب کی تلاوت کی تھی۔ (ابن ابی شیبہ: 11521) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بھی یہ اثر نقل کیا ہے۔

ساتویں دلیل:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ام القرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے اور یہی بات ہمیں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی پہنچی ہے اور ایسے ہی سہل بن حنیف اور دوسرے صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی۔ (الام: ص580)

آٹھویں دلیل:

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

574 مسئلہ: پھر جب پہلی تکبیر کہے تو لازمی ہے کہ ام القرآن پڑھے اور پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اگر مسلمانوں کے لیے دعا بھی کرے تو مستحسن ہے اور پھر باقی نماز میں میت کے لیے دعائیں کرے۔

اور جہاں تک ام القرآن کے پڑھنے کا سوال ہے تو وہ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نماز کو صلاۃ کہا ہے، جب انہوں نے ایک صحابی کی میت کے بارے میں کہا:«صلوا علی صاحبکم» اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔

اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«لا صلاۃ لمن لم یقرأ بأم القرآن» "اس کی نماز نہیں ہوتی جو ام القرآن کی تلاوت نہیں کرتا۔"

اور اس کے بعد ابن حزم نے طلحہ بن عبد اللہ بن عوف کی روایت بابت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کی (جس کا ذکر دلیل اول میں آچکا ہے۔)

اور پھر الضحاک بن قیس اور ابو امامہ کے اقوال ذکر کیے (تیسری دلیل میں ذکر کیا گیا) اور پھر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا کہ وہ جنازے میں ام الکتاب کی قراءت کیا کرتے تھے۔ چند اور صحابہ جیسے سیدنا ابو ہریرہ، ابو درداء، انس بن مالک، المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جو نماز جنازہ میں ام الکتاب پڑھا کرتے تھے اور پھر تابعین میں سے امام مجاہد، امام حسن بصری اور امام ابن ابن شہاب الزہری اور امام سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم کا بھی ذکر کیا جو اس سنت پر عامل تھے۔(المحلیٰ:5/130)

اب آیئے ان لوگوں کے مذہب کی طرف جو نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں:

1۔ مسند الامام الاعظم بروایۃ القاضی صدر الدین موسیٰ بن زکریا الحصکفی (وفات 650ھ) میں قراءت کی بابت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے جس میں کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ جب میت پر جنازہ کی نماز پڑھتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اللّٰھُمَّ اغفر لحینا ومیتنا .... الخ

شارح محمد حسن سنبلی نے حاشیہ پر لکھا کہ یہ روایت امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد، امام ابن حبان اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کی ہے۔

2۔ السرخسی (ابو بکر محمد بن احمد ابی سہل (وفات 490ھ) نے مذہب احناف کو یوں بیان کیا ہے:

"جنازے کی نماز میں قرآن مجید سے کچھ نہ پڑھے (پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب یعنی فاتحہ کے پڑھنے کا حوالہ دیا ہے)

اور ہمارے نزدیک اگر فاتحہ کو دعا یا ثناء کی حیثیت سے پڑھے تو مکروہ نہ ہو گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث «لا صلاۃ إلا بفاتحۃ الکتاب» سے استدلال کیا ہے اور اس قول سے بھی کہ "لاصلاۃ إلا بقراءۃ" کوئی نماز بغیر قراءت کے نہیں ہے اور چونکہ اس میں طہارت اور قبلہ رخ ہونے کی بھی شرط ہے۔ اس لیے اس کا حکم نماز ہی کا ہے اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھائی تو اس میں فاتحۃ الکتاب پڑھی اور بلند آواز سے قراءت کی اور کہا: میں نے بلند آواز سے اس لیے پڑھی کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

اور ہماری دلیل سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ ان سے نماز جنازہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا اس میں قراءت ہے تو انہوں نے کہا:

"لم یوقت لنا رسول اللہ قولا ولا قراءۃ"

"اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے لیے نہ اس میں کسی قول کا نہ قراءت کا وقت بتایا ہے۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: " نہ دعا کا نہ قراءت کا، تو جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور اچھے کلام میں سے جو چاہو اختیار کرو۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ دعاؤں میں سے جو بہترین ہو اس کا انتخاب کرو۔

اور سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ اس میں قرآن سے کوئی بھی قراءت نہیں ہے۔

اور وہ اس لیے کہ یہ نماز دعا کے لیے مشروع کی گئی ہے اور دعا کا آغاز حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود سے ہوتا ہے نہ کہ قراءت سے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ " لا صلاۃ إلا بفاتحۃ الکتاب"و"لا صلاۃ إلا بقراءۃ"نماز جنازہ کو شامل نہیں ہے کیونکہ یہ نماز حقیقت میں نماز نہیں ہے، بلکہ یہ تو میت کے لیے دعا اور استغفار کرنا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں رکوع اور سجود جیسے رکن نہیں ہیں کہ جن سے نماز بنتی ہے۔ اسے نماز اس لیے کہا گیا کیونکہ اس میں دعا پائی جاتی ہے۔

اور جہاں تک اس میں طہارت کا ہونا اور قبلہ رخ ہونا بتایا گیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حقیقی طور پر نماز ہے جیسے کہ سجدہ تلاوت۔ اس پر صلاۃ کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ وہ مطلق صلاۃ نہیں ہے۔ (المبسوط)

امام الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'بدائع الصنائع' میں یہ پوری عبارت نقل کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے۔

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابن عوف کی احادیث ہیں، اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تاویل یہ کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے فاتحہ کو قرآن کی حیثیت سے نہیں بلکہ ثناء کی حیثیت سے پڑھا ہو گا اور یہ بات ہمارے نزدیک بھی مکروہ نہیں ہے۔ اور ہر تکبیر کے بعد وہ جو کچھ پڑھے بلند آواز سے نہ پڑھے کیونکہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ سنت اس میں پست آواز سے پڑھنا ہے۔ (بدائع الصنائع:1/313-314)

فتاویٰ تاتار خانیہ میں یہ زائد الفاظ ہیں:

"حسن بن زیادہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر ثناء کے بدلے وہ سورۃ الفاتحہ پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔"

اور فتاویٰ سمرقندیہ میں یوں لکھا ہے:

"جس نے جنازہ میں دعا کی نیت سے فاتحہ پڑھی تو کوئی حرج نہیں اور اگر قراءت کی نیت سے پڑھی تو اس کا پڑھنا جائز نہیں کیونکہ نماز جنازہ صرف دعا کے لیے ہے، قراءت کے لیے نہیں۔" (فتاویٰ تاتار خانیہ: ص 119) (جاری ہے)

☆☆☆

احکام و مسائل

فرشتوں کی دعاؤں کے مستحق کون؟

ابو عدنان علی محمد المحمدی

وہ خوش نصیب لوگ جن پر فرشتے صلاۃ بھیجتے ہیں:

فرشتوں کے صلاۃ بھیجنے کا مفہوم

فرشتوں کے صلاۃ بھیجنے کا مطلب ہے کہ فرشتے ان کے لئے (یعنی مؤمنین کے لئے یا کچھ مخصوص اعمال کرنے والوں کے لئے) رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں, جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾(سورۃ الاحزاب:43)

"وہ اللہ ہی ہے جو تم پر رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں) تا کہ اللہ تمہیں ظلمتوں سے نکال کر نور حق تک پہنچا دے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔"

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کی دعا کا تذکرہ کرتے ہو ارشاد فرماتا ہے جو اس کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں:

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾

"عرش کے اٹھانے والے اور اس کے پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تونے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔"(سورۃ غافر:7)

ان آیتوں سے فرشتوں کے صلاۃ بھیجنے کا مطلب واضح ہو گیا کہ ان کے صلاۃ کا مطلب ہے مومنین کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرنا, اسی طرح جن اعمال کے کرنے پر یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ جس نے ایسا کام کیا فرشتے ان صلاۃ بھیجتے ہیں اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں, جیسا کہ آگے احادیث میں اس کا تذکرہ آرہا ہے۔

فرشتوں کی دعاؤں کے مستحقین

1۔ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق پہلا خوش نصیب بندہ وہ ہے: جس نے طہارت (وضو) کی حالت میں رات گزاری۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَاتَ طَاهِرًا بَاتَ فِي شِعَارِهِ مَلَكٌ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فُلَانٍ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا» (رواه ابن حبان وغيره وقال الألباني: حسن صحيح، (الصحيحة) (2539)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے طہارت (وضو) کی حالت میں رات گزاری، اس کے بالوں میں ایک فرشتے نے رات گزاری، وہ شخص بیدار نہیں ہوتا ہے مگر فرشتہ دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے اللہ اپنے فلاں بندے کی مغفرت فرما اس لئے کہ اس نے طہارت (وضو) کی حالت میں رات گزاری ہے۔"

اس کے علاوہ نیند سے پہلے وضو کرنے کی فضیلت صحیحین میں اس طرح وارد ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ:"اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ"، فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ».

"سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "جب تم اپنی خواب گاہ میں آؤ تو نماز کی طرح وضو کرو، پھر اپنے داہنی جانب پر لیٹ جاؤ اس کے بعد یہ دعا پڑھو:

"اے اللہ! میں نے تجھ سے امیدوار اور خائف ہو کر اپنا منہ تیری طرف جھکا دیا اور (اپنا) ہر کام تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تجھے اپنا پشت و پناہ بنالیا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تجھ سے (یعنی تیرے غضب سے) تیرے پاس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اے اللہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے اس نبی پر (بھی) جسے تو نے (ہدایت خلق کے لئے) بھیجا ہے۔" پس اگر تو اسی رات میں مرا تو ایمان پر مرے گا اور اس دعا کو اپنا آخری کلام بنا۔"(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص سونے سے پہلے وضو کرے اور مذکورہ دعا پڑھ کر سو جائے

اوراگر وہ مر جاتا ہے تو اس کی موت فطرت پر یعنی اسلام پر ہو گی۔

2۔ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق دوسرا خوش نصیب بندہ وہ ہے جو نماز کا انتظار کرتے رہتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً وَذَلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ فَلَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ يَقُولُونَ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ» (صحیح مسلم)

"سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے پر کچھ اوپر بیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور یہ اس لئے کہ تم میں سے کوئی جب وضو کرتا اور خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد میں آتا ہے اسے نماز کے علاوہ کسی نے نہیں اٹھایا اور نہ ہی نماز کے علاوہ اس کا کسی چیز کا ارادہ ہے تو کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے (ایک قدم) کے بدلہ میں اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف فرما دیتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ نماز ہی کے حکم میں رہتا ہے جب تک کہ نماز اسے روکے رکھتی ہے اور فرشتے تمہارے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی اسی جگہ میں بیٹھا رہتا ہے جس میں اس نے نماز پڑھی ہے, کہتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحم فرما، اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما، جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو۔ (وہ فرشتے دعا ہی کرتے رہتے ہیں)۔"

3۔ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق تیسرا خوش قسمت وہ شخص ہے جس نے پہلی صف میں نماز ادا کی۔

عَنِ الْبَرَاءِ بن عازب قَالَ: سمعت رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّون عَلَى الصف الأول.» [رواه ابن حبان وأبو داود وابن ماجه وغيرهم، وصححه الألباني]

"سیدنا براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خصوصی رحمت کا نزول فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

4۔ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق چوتھا خوش نصیب وہ شخص ہے جو ابتدائی صفوں میں نماز ادا کرے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصُّفُوفَ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا وَصُدُورَنَا وَيَقُولُ: "لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْمُتَقَدِّمَةِ".

"سیدنا براء بن عازب ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے کندھوں اور سینوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے (یعنی انہیں درست کرتے ہوئے) صفوں کے بیچ میں سے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے، اور فرماتے: "اختلاف نہ کرو (یعنی آگے پیچھے نہ کھڑے ہو) ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں۔" (یعنی ان میں پھوٹ پڑ جائے) نیز فرماتے: "اللہ تعالیٰ اگلی صفوں پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کے فرشتے ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔"

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ.» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَعَلَى الثَّانِي؟ قَالَ:«إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ .» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَعَلَى الثَّانِي؟ قَالَ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتِهِ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ.» قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ، وَعَلَى الثَّانِي؟ قَالَ: «وَعَلَى الثَّانِي.» [رواه أحمد: 22263 وغيره، وقال المحقق شعيب الأرناؤط ومن معه: صحيح لغيره]

"سیدنا ابو امامہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ پہلی صفوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور دوسری صف پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ پہلی صفوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور دوسری صف پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ پہلی صفوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور دوسری صف پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اور دوسری صف پر بھی۔

5۔ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق پانچواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو صفوں میں دائیں طرف کھڑا ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ

يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِينِ الصُّفُوفِ». [وقال شعيب الأرنؤوط في تخريج شرح السنة: اسناده حسن]

"ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں پہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں دائیں صفوں پر۔"

6۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق چھٹا خوش نصیب وہ شخص ہے جو صفوں کو متصل کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَصِلُونَ الصُّفُوفَ، وَمَنْ سَدَّ فُرْجَةً رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً.» (رواه ابن ماجه في سننه وصححه الألباني)

"ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں پہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں جو صفیں جوڑتے ہیں، اور جو شخص صف میں خالی جگہ بھر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا۔"

7۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق ساتواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو آمین کہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ، وَقَالَتْ: الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے «آمین» کہے اور فرشتوں نے بھی اسی وقت آسمان پر «آمین» کہی۔ اس طرح ایک کی «آمین» دوسرے کے «آمین» کے ساتھ مل گئی تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" (متفق علیہ)

8۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق آٹھواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو فجر اور عصر کی نماز با جماعت ادا کرے۔

عن علي رضی الله عنه، قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ، ثُمَّ جَلَسَ فِي مُصَلاهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلائِكَةُ، وَصَلاتُهُمْ عَلَيْهِ: اللهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللهُمَّ ارْحَمْهُ، وَمَنْ يَنْتَظِرُ الصَّلاةَ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلائِكَةُ وَصَلاتُهُمْ عَلَيْهِ: اللهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللهُمَّ ارْحَمْهُ.» [رواه أحمد وحسّنه أحمد شاكر]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے فجر کی نماز پڑھی پھر وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہا تو فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں، اور فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما اور جو شخص نماز کے انتظار میں ہوتا ہے تو فرشتے اس کے لئے بھی دعائیں کرتے رہتے ہیں، اور فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔"

وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: «يَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ، وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَتَصْعَدُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ، وَتَثْبُتُ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ. وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ، فَتَصْعَدُ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ، وَتَثْبُتُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ. فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: أَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَتَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، فَاغْفِرْ لَهُمْ يَوْمَ الدِّينِ.» [صحيح ابن خزيمة ونحوه في مسند الإمام أحمد وقال المحقق: اسناده صحيح]

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "رات اور دن کے فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں، چنانچہ جب فجر میں جمع ہوتے ہیں تو رات کے فرشتے چڑھ جاتے ہیں اور دن کے فرشتے باقی رہتے ہیں اور جب عصر میں جمع ہوتے ہیں تو دن کے فرشتے چڑھ جاتے ہیں اور رات کے فرشتے باقی رہتے ہیں چنانچہ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے) میرے بندوں کو تم نے کس حالت میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم ان کے پاس سے آئے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، اور نماز ہی کی حالت میں ہم انہیں چھوڑ کر آئے ہیں، لہٰذا قیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔"

9۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق نواں خوش نصیب وہ شخص ہے جس نے نبی ﷺ پر درود بھیجا۔

عن عَبْدِ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رضی الله عنه قال: مَنْ صَلَّى عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً، فَلْيُقِلَّ عَبْدٌ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ. [حسنه المنذري وأحمد شاكر]

"سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر رحمتیں نازل فرمائے گا، اور فرشتے اس کے لیے ستر مرتبہ دعا کریں گے، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ یہ کہے یا اور زیادہ۔"

10۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق دسواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو دوسروں کے لئے غائبانہ طور پر دعا کرے۔

عن أم الدرداء رضی الله عنها قالت: إنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُولُ:

«دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ.» (رواه مسلم)

سیدنا ام الدرداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: "مسلمان کی دعا اپنے بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے قبول ہوتی ہے اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ معین ہے جب وہ اپنے بھائی کی بہتری کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین اور تم کو بھی یہی ملے گا۔"

11۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق گیارہواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو راہِ خیر میں خرچ کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ: أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.»

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس وقت بندے صبح کرتے ہیں، دو فرشتے اترتے ہیں، ایک تو یہ کہتا ہے کہ یا اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے، اور دوسرا کہتا ہے کہ: یا اللہ! بخیل کو تباہ کر۔" (متفق علیہ)

12۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بارہواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو روزہ رکھنے کے لئے سحری کا اہتمام کرے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ وملائكتة يصلون على المتسحرين". [أخرجه ابن حبان وقال الألبانی فی صحح الترغيب والترهيب: حسن صحيح]

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں پہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں جو سحری کرتے ہیں۔"

13۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق تیرہواں خوش نصیب وہ روزہ دار ہے جس کے پاس کچھ لوگ کھانا کھائیں۔

عن أم عمارة بنت كعب الأنصارية رضى الله عنها: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَقَدَّمَتْ إِلَيْهِ طَعَامًا، فَقَالَ: «كُلِي»، فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّي عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ حَتَّى يَفْرُغُوا»، وَرُبَّمَا قَالَ: «حَتَّى يَشْبَعُوا». [رواه الترمذی وقال: حديث حسن. وذكره الشيخ الألبانی فی (ضعيف الترمذی).

"سیدہ ام عمارہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آئے، انہوں نے آپ کو کھانا پیش کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم بھی کھاؤ"، انہوں نے کہا: میں روزہ سے ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روزہ دار کے لیے فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں، جب اس کے پاس کھایا جاتا ہے جب تک کہ کھانے والے فارغ نہ ہو جائیں۔" بعض روایتوں میں ہے "جب تک کہ وہ آسودہ نہ ہو جائیں۔" امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

14۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق چودھواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو مریض کی عیادت کرے۔

عن عَلِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ عَادَ مَرِيضًا بَكَرًا شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُ لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ عَادَهُ مَسَاءً شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُ لَهُ، حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ» [رواه أحمد وصححه أحمد شاكر]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کے وقت مریض کی عیادت کے لئے نکلے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں، سب کے سب اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ شام ہو جائے اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوتا ہے، جو شخص شام کے وقت مریض کی عیادت کے لئے نکلے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں، وہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے، اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوتا ہے۔"

15۔فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق پندرہواں خوش نصیب وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی باتیں سکھلائے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْض حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا، وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ "[رواه الترمذی وقال: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ]

"سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں پہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے نیز فرشتے دعا کرتے ہیں اور آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی سوراخ میں اور مچھلیاں اس شخص کے لیے جو نیکی و بھلائی کی تعلیم دیتا ہے خیر و برکت کی دعائیں کرتی ہیں۔" (امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے)۔

☆☆☆



انسانوں پر اللہ تعالی کی بے شمار نعمتیں ہیں۔(سورۃ ابراہیم:34؛سورۃ النحل:18)

جن میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی۔(سورۂ بنی اسرائیل:70)

اور بقول امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ یہ عزت وفضیلت محض عقل کی بنا پر ملی۔(الجامع لاحکام القرآن)

لیکن جب انسان منشیات کے استعمال سے اپنی عقل زائل کرلیتا ہے تو اس کے اور جانوروں کے درمیان کسی بھی قسم کا فرق باقی نہیں رہتا، بلکہ کبھی کبھار تو حیوان سے بدتر ہوجاتا ہے، کیوں کہ جانور سے کچھ فائدہ ہوسکتا ہے لیکن نشہ آور اشیا کے استعمال کے ذریعے عقل زائل کرنے والے سے کسی بھی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

شریعت کے اہم ترین مقاصد میں دین، جان، مال، نسل کے ساتھ ساتھ عقل کی حفاظت بھی داخل ہے۔(علم مقاصد الشارع لدعبدالعزیز بن ربیعہ)

شاید اسی لیے قرآن مجید کی (72) آیات عقل اور عقل سے متعلق تعلیمات وہدایات پر مشتمل ہیں۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ110ھ) نے فرمایا کہ اگر عقل کوئی شے ہوتی تو لوگ بڑھ چڑھ کر اس کی قیمت لگاتے' پر ایسوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو خود اپنے مال سے ایسی چیز خریدتے ہیں جس سے ان کی عقل چلی جاتی ہے۔(ربیع الابرار ونصوص الاخیار للزمخشری، الباب السادس والسبعون:61)

دیکھا گیا کہ جب کسی معاشرے میں ذہنی تناؤ، ناانصافی، ناکامی ومایوسی، عدم تحفظ وبدعنوانی اور مستقل افسردگی (Depression) بڑھ جاتی ہے تو لوگ شدت سے نشہ آور اشیا استعمال کرنے لگتے ہیں، دوسری جانب انسان دشمن عناصر اور انسان نما شیطان یا حیوان منشیات کو عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں، واضح رہے کہ مے نوشی کی عادت کے متعلق ایک عالمی مطالعے سے انکشاف ہوا کہ اس معاملے میں خواتین مردوں کے برابر پہنچ چکی ہیں، بلکہ بظاہر دین دار ومہذب گھرانے بھی اس لت سے محفوظ نہیں۔

منشیات کے حوالے سے تین نکات بخوبی سمجھ لینے چاہیے:

☆ہر نشہ آور(Intoxicant)شراب(Alcohol) ہے۔(صحیح مسلم:2003)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ پنے شراب کو محض اس کے نام کی وجہ سے حرام قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے انجام کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا ہر وہ مشروب جس کا انجام شراب کے انجام کی طرح ہے تو وہ شراب ہی کے درجے میں حرام ہے۔(سنن الدار قطنی: 4669، اس اثر پر کچھ اہل علم نے کلام کیا لیکن امام قرطبی وامام ابن عبد الہادی رحمہما اللہ اور دیگر اہل علم نے اس سے استدلال کیا۔)

شراب وہ ہے جو عقل پر چھا جانے لگے اور اسے متاثر وماؤف کردے۔(صحیح بخاری:4343)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر نشہ آور شے سیال (Liquid) نہ ہو تب بھی وہ حرام ہے۔(فتح الباری، باب الخمر من العسل)

بنابریں نشہ کرنے کی ساری شکلیں حرام ہیں، جن سے مکمل طور پر بچنا واجب ہے۔

جس چیز کی زیادہ مقدار کا استعمال نشہ پیدا کرتا ہے اس کا کم مقدار میں استعمال کرنا بھی حرام ہے۔(جامع ترمذی:1865، بروایت جابر بن عبداللہ، بسند صحیح)

نبی ﷺ نے ہر نشہ آور شے اور نشے کا سبب اور ذریعہ بننے والی شے دونوں سے منع فرمایا۔(سنن ابی داؤد: 3686، بروایت ام سلمہ، اس حدیث پر کچھ اہل علم نے کلام کیا، جب کہ امام عراقی وشیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسے صحیح اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن قرار دیا۔)

منشیات کا حکم

1۔نبی ﷺ نے جب شرک سے سخت منع فرمایا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں یا جلا کر راکھ کر دیے جائیں تب بھی شرک نہ کرنا اسی وقت نشہ آور اشیا کے استعمال سے بھی منع کیا۔(سنن ابن ماجہ:4034)

2۔نشہ آور اشیا کے استعمال کا گناہ بڑا ہے۔(سورۃ البقرہ:219)

اور بحالت نشہ نماز سے قریب ہونا منع ہے۔(سورۃ النساء:43)

بلکہ نشہ آور اشیا کا استعمال ایسا گندہ اور شیطانی عمل ہے جس سے بغض وعداوت اور دین بے زاری پنپتی ہے' لہٰذا دونوں جہانوں کی کامیابی کے لیے اس سے مکمل طور پر بچنا چاہیے۔(سورۃ المائدۃ:90-91)

3۔صحابہ کے نزدیک زنا اور چوری سے زیادہ سنگین گناہ نشہ آور اشیا کا استعمال تھا کیوں کہ نشہ خور پر ایک ایسی گھڑی گزرتی ہے جس میں وہ رب فراموش ہوجاتا ہے۔(شعب الایمان: 5600 اور بعض تحقیقات کے بمطابق 5211، بقول عبد اللہ بن

عمرو رضی اللہ عنہ، اس اثر پر کچھ اہل علم نے کلام کیا لیکن امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ذم المسکر اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے الدر المنثور میں استدلال کیا اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں اس کے پہلے ٹکڑے کو ذکر کیا۔ واضح رہے کہ ابن ابی الدنیا کی سند ثلاثی ہے جس پر بظاہر کوئی غبار نہیں، بلکہ وہ صحیح لغیرہ ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم)

4۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور کو حرام قرار دیا۔(صحیح مسلم:2003)

5۔ جس دستر (یا Table) پر نشہ آور اشیا تناول کی جاتی ہوں اس سے دور رہنا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان کی علامت ہے۔(مسند احمد: 14651، اس حدیث کو امام حاکم، امام ذہبی اور شیخ البانی ودیگر نے صحیح اور بعض اہل علم نے حسن لغیرہ قرار دیا)

منشیات اور عام احکام

1۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث اشیا کو حرام قرار دیا۔(سورۃ الاعراف:157)

اور جو شے بھی بدن اور دین کے لیے نقصان دہ ہو وہ خبیث ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

2۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا۔(سورۃ البقرۃ:195، سورۃ النساء:29)

3۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا۔(سنن ابن ماجہ: 2340، بروایت عبادہ بن صامت، بسند صحیح)

4۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع کیا۔(صحیح بخاری:1407)

ان عام اصولوں کے پیش نظر سگریٹ نوشی (Smoking) اور تمباکو نوشی (Chewing Tobacco) نشہ آور حقہ (Vaping) و (Electronic Cigarettes) ودیگر ضرر رساں اشیاء و منشیات کا استعمال بھی حرام رہے گا۔

منشیات کی تجارت

منشیات کی تجارت گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون کی قبیل سے ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا۔(سورۃ المائدۃ:2)

منشیات کی تجارت باطل ہے اور باطل ذریعے سے مال کھانے سے اللہ تعالیٰ نے روکا۔(سورۃ البقرۃ: 188، سورۃ النساء:29)

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے کھانے کو حرام قرار دیا اس کی قیمت (Price) کو بھی حرام قرار دیا۔(سنن ابی داؤد:3488)

منشیات کے نقصانات

1۔ نشہ آور اشیا ہر شر کی کنجی ہیں۔(سنن ابن ماجہ: 3371)

2۔ نشہ آور اشیا ام الخبائث یعنی سارے خبیث کاموں کی جڑ ہیں' جو قتل اور زنا جیسے گناہوں کا سبب بنتی ہیں۔ (سنن النسائی:5666)

3۔ نشہ آور اشیا' اُن کو تناول کرنے والا' اُن کو براہ راست فراہم کرنے والا' اُن کا خریدار، اُن کا بیوپاری، اُن کا کاریگر، اُن کو تیار کرانے کا خواہش مند' اُن کو منتقل کرنے والا اور جن کی جانب یہ منتقل کی جارہی ہیں سب کے سب لعنت زدہ ہیں۔(سنن ابی داؤد: 3674)

4۔ نشہ خوری کی وجہ سے چالیس دن تک کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔(سنن نسائی:5664)

5۔ نشہ خوری حرام خوری ہے' اور حرام خوری کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔(جامع ترمذی: 2989)

6۔ نشہ خوری سے ایمان چلا جاتا ہے۔(صحیح بخاری: 2475)

7۔ نشہ خوری کا عادی بت پرست کی طرح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 3376، اس حدیث سے بعض اہل علم نے کلام کیا، لیکن امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی حسن اور کبھی صحیح قرار دیا۔(صحیح الجامع: 13701، الصحیحہ:677)

اور بعض صحیح روایات میں عادی کے بغیر صرف نشہ خور کو بت پرست کی طرح بتایا گیا ہے۔(صحیح الجامع: 3701)

8۔ دنیا میں نشہ خوری کی وجہ سے آخرت میں جنت کی شراب سے محرومی ہوگی۔(صحیح مسلم:2003)

9۔ نشہ خوری کی عادت کی بنا پر جنت سے محرومی ہوگی۔(مسند احمد:19569)

10۔ نشہ خوری پر اگر خاتمہ ہو تو جہنم رسید ہونا پڑے گا اور جہنم میں جہنمیوں کا خون' قے' پشش اور پیپ پینا پڑے گا۔(سنن ابن ماجہ:3377)

11۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نشہ خور کو ٹہنیوں اور جوتیوں سے ادب سکھایا۔(صحیح مسلم:1706)

12۔ نام تبدیل کرکے نشہ آور اشیا تناول کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسا سکتا ہے اور ان کے چہروں کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔(سنن ابن ماجہ:4020)

آج ضرورت ہے کہ ہر طرح کی نشہ آور چیزوں سے بالکل پرہیز کریں' جیسا کہ نشہ آور اشیا کی حرمت نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینے کی گلیوں میں شراب بہادی۔(صحیح بخاری:5261)

مشکلات و مصائب میں منشیات کا استعمال کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے ذکر، مساجد سے وابستگی اور نمازوں کے اہتمام پر توجہ دیں، بالخصوص اللہ تعالیٰ پر توکل اور تقدیر پر ایمان کو مضبوط رکھیں۔ واللہ أعلم، وصلى الله على النبي وسلم

☆☆☆



ماہ شعبان اسلامی سال کا آٹھواں ماہ مبارک ہے۔ دین اسلام کے بنیادی مصادر پر نظر دوڑانے کے بعد اس ماہ میں صرف نفلی روزے رکھنے کی ترغیب ملتی ہے، دیگر مخصوص عبادات کے بارے میں شرعی نصوص وارد نہیں ہوئیں ھیں، درج ذیل مضمون میں ماہ شعبان سے متعلق ہمارا کیا طرز عمل ہے، اور اس ماہ میں شریعت اسلامیہ کا ہم سے کیا تقاضا ہے ذکر کیا گیا ہے۔

ماہ شعبان مستند احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

1۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی ماہ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے ماہ کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ شعبان کے علاوہ کسی دوسرے ماہ میں کثرت سے نفلی روزے رکھتے ہوں۔ (متفق علیہ)

2۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا دینا واجب ہوتی تھی جسے میں صرف شعبان میں ہی ادا کر سکتی تھی۔ (متفق علیہ)

3۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مکرم ﷺ روزہ رکھنے کے لیے شعبان کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے پھر آپ شعبان کو رمضان سے ملا دیتے۔ (ابوداؤد وصححہ الالبانی)

4۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کو ماہ شعبان کے علاوہ کسی دوسرے ماہ میں پابندی کے ساتھ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: ”یہ مہینہ تو وہ ہے جس کی برکت (اور عظمت) سے لوگ غافل ہیں یہ تو وہ مہینہ ہے جس میں انسان کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں میری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔“ (سنن نسائی)

ماہ شعبان سے متعلق ضعیف وموضوع احادیث

1۔ "رجب شهر الله وشعبان شهري ورمضان شهر أمتي." (الموضوعات لابن الجوزی)
”رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ، ماہ شعبان میرا جبکہ رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔“

2۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ ماہ رمضان کے بعد کس ماہ کا روزہ افضل ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ماہ رمضان کی تعظیم کرتے ہوئے ماہ شعبان میں روزہ رکھنا (افضل ہے)۔“

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور پھر فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ صدقہ بن موسیٰ نامی راوی محدثین کے ہاں قوی نہیں۔

پندرھویں شعبان کی مخصوص بدعات

ماہ شعبان میں عوام الناس کے درمیان بہت سی بدعتی عبادات رائج ہو چکی ہیں ان میں سے اکثر بدعات پندرھویں شعبان کی رات میں کی جاتی ہیں۔ جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل سطور میں کیا جارہا ہے۔

1۔ جس شخص نے 15 شعبان کی رات 12 رکعتیں نماز پڑھی اور ہر رکعت میں 30 دفعہ سورہ اخلاص پڑھی تو اس شخص کو مرنے سے پہلے پہلے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے اور اس کی سفارش ایسے لوگوں کے حق میں قبول کی جاتی ہے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے۔ (کشف الاستار)

تبصرہ: اس حدیث کو امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف الأستار اور امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے العلل المتناھیۃ میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ہشام بن عبد الرحمن نامی راوی غیر معروف ہیں جبکہ اعمش تدلیس کیا کرتا تھا اس کے ساتھ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے کہ ہشام کی موافقت نہیں ہوئی جس بنا پر یہ ضعیف ہے امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے الموضوعات میں اور علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے المنار المنیف میں بھی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

2۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس آدمی نے درج ذیل 5 راتوں کو جاگ کر عبادت کی تو اس شخص کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ 1۔ ذو الحجہ کی آٹھویں 2۔ نویں 3۔ اور دسویں رات 4۔ عید الفطر کی رات 5۔ پندرہ شعبان کی رات۔“

تبصرہ: اس روایت کو امام ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے السنہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے الاحسان اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے۔

اس روایت کی سند میں مکحول شامی کی مالک بن یخامر سے ملاقات ثابت نہیں اور مکحول کثرت سے ارسال کرنے میں بھی معروف ہے۔ اس لیے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مکحول اور مالک کے درمیان انقطاع کا فیصلہ صادر فرمایا ہے، اس انقطاع سند کی بنا پر درج بالا حدیث پائے ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ ماضی قریب کے عظیم محدث علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف الترغیب والترہیب میں بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

3۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو اپنے (حجرہ میں) موجود نہ پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکل پڑی۔ (اچانک) میں نے آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کے بقیع نامی قبرستان میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا سر

مبارک آسمان کی طرف اٹھایا ہوا ہے۔ آپ نے مجھے فرمایا: کیا تمہیں یہ ڈر تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تم پر ظلم کریں گے میں نے جواباً عرض کیا: ''میں نے گمان کیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ 15 شعبان کی رات کو آسمان دنیا میں نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کو معاف فرماتے ہیں۔''

تبصرہ: اس حدیث کو امام ابن ماجہ ؒ نے اپنی سنن، امام احمد ؒ نے اپنی مسند اور امام ترمذی ؒ نے اپنی جامع میں نقل فرمایا ہے، امام ترمذی ؒ درج بالا روایت ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''اس حدیث کو ہم صرف حجاج بن ارطاط کی سند سے جانتے ہیں میں نے امام بخاری ؒ سے سنا کہ آپ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس کے دو راوی یحی بن ابی کثیر اور حجاج کا بالترتیب عروہ اور یحی بن ابی کثیر سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (سنن ترمذی، ابواب الصوم)

امام ابن الجوزی ؒ نے العلل المتناهیۃ میں امام دار قطنی ؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ''یہ حدیث متعدد اسناد سے مروی ہے اس کی سند میں اضطراب ہے اور یہ سند ثابت نہیں ہے۔''

4۔ سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پندرھویں شعبان ہو تو اس کی رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ باری تعالیٰ اس شب غروب آفتاب کے وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور یہ آواز لگاتے ہیں کوئی مغفرت کا طالب ہے میں اسے مغفرت عطا کروں، کوئی رزق کا خواہشمند ہیں میں اسے رزق سے نوازوں، کوئی مشکل میں گرفتار ہے میں اسے عافیت سے سرفراز کروں۔ یہ ندائے رحمانی طلوع فجر تک جاری رہتی ہے۔'' (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ)

تبصرہ: اس حدیث کے سلسلہ سند میں ابو بکر بن ابی سر نامی راوی ہے جس پر محدثین نے جرح کی ہے، مثلاً امام نسائی ؒ نے اسے متروک جبکہ امام احمد ؒ اور امام ابن معین ؒ نے اس پر وضع حدیث کا حکم لگایا ہے۔

امام ابن حبان ؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے یہ قابل حجت نہیں ہے۔ (تہذیب التهذیب، لابن حجر)

5۔ سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شب برأت کے دن کا روزہ گذشتہ 60 سالوں اور آنے والے 60 سالوں کے روزوں کے برابر اجر رکھتا ہے۔'' (الموضوعات لابن الجوزی)

امام عبد الرحمن محدث مبارکپوری ؒ شارح سنن الترمذی فرماتے ہیں کہ امام ابن الجوزی ؒ نے خود اس کی سند کو موضوع اور تارک (مجہول) قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: 3/368)

6۔ سیدنا ابو موسی الاشعری ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو بندوں کی طرف جھانکتے ہیں اور مشرک یا کینہ پرور شخص کے علاوہ تمام مخلوق کو بخش دیتے ہیں۔'' (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ)

تبصرہ: یہ حدیث جمہور علماء کے نزدیک سخت ضعیف ہے۔ علامہ بوصیری زوائد ابن ماجہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند عبد اللہ بن لہیعہ کے ضعف اور ولید بن مسلم کی تدلیس کے باعث ضعیف ہے۔

نوٹ: جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ حدیث جمہور محدثین کے ہاں سخت ضعیف ہے مگر ماضی قریب کے عظیم محدث علامہ البانی ؒ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے، جو کہ علامہ موصوف کی علمی غلطی ہے۔

اس روایت کی تمام اسناد پر تفصیلی بحث ماہنامہ دعوت اہلحدیث کراچی میں محترم المقام جناب مولانا حافظ خبیب صاحب رفیق ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ الجرح والتعدیل، المجروحین، میزان الاعتدال، تقریب التهذیب وغیرہ معتبر کتابوں میں اس کے رواۃ پر تفصیلی جرح کی گئی ہے۔

7۔ رسول معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص پندرہویں شعبان کی رات میں سو رکعتیں پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف 100 فرشتے بھیجتا ہے، 30 اسے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں، اور 30 فرشتے اسے دوزخ سے بچاتے ہیں، 30 اسے دنیاوی بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں جبکہ 10 فرشتے اسے شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ رکھتے ہیں۔''

تبصرہ: اس من گھڑت روایت کو علامہ زمخشری ؒ نے نقل کیا ہے، انہوں نے اس روایت کا حوالہ اور سند ذکر نہیں کی جس کی بنا پر اس حدیث کو حدیث نبوی کہنا قرین انصاف نہیں ہے۔

شبِ برأت اور عصر حاضر کے مسلمان

پندرہویں شعبان کی رات کو عرف عام میں شب برأت کہا جاتا ہے۔ اس رات کے بارہ میں عوام الناس کے درمیان بہت سے نظریات اور بدعتی عقائد رائج ہو چکے ہیں، جن کی تفصیل اور شرعی حیثیت ذیلی سطور میں پیش کی جارہی ہے:

1۔ فیصلوں کی رات:

عوام الناس کی اکثریت کو علماء سوء نے قرآن وحدیث کی باطل تاویلات کے ذریعے اپنے دامن تزویر میں پھنسایا ہوا ہے، دنیا پرست علماء نے اس رات کے بارے میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اس میں تمام انسانوں کی تقدیروں کے فیصلے ہوتے ہیں۔ وہ بطور دلیل قرآن پاک کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ﴾ (سورۃ الدخان: 3)

''یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔''

حالانکہ یہاں پر باری تعالیٰ نے وضاحت نہیں فرمائی کہ لیلہ مبارکہ کونسی رات ہے دوسرے مقام پر اس کی توضیح کی ہے کہ لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے اور ہر مسلم اس حقیقت سے آشنا ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان میں ہوتی ہے نہ کہ شعبان کی 15 کی رات کو۔

2۔ روحوں کی آمد:

عوام الناس میں یہ سوچ بھی سرایت کر چکی ہے کہ اس رات مردوں کی روحیں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں حالانکہ باری تعالیٰ نے اس نظریہ کی تردید

اپنے اس فرمان میں بخوبی کی ہے کہ ﴿وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (سورۃ المؤمنون:100)
"اور ان (مرنے والوں) کے درمیان دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ایک آڑ حائل ہوگی۔"

3۔ زیارت قبور:

قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد آتی ہے اور انسان مزید نیک کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ رسول مکرم ﷺ نے زیارت قبور کی اجازت بھی دی ہے اور بذات خود بھی آپ قبروں کی زیارت کے لیے متعدد مرتبہ قبرستان تشریف لے گئے ہیں مگر زیارت قبور کے لیے کسی خاص موقع کی تحدید کرنا بدعت ہے جس سے اجتناب انتہائی ضروری ہے۔

4۔ حلوہ خوری:

شب براَت میں حلوہ خوری کی رسم بد قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ طرز عمل دنیا پرست علماء نے رائج کیا تاکہ وہ اپنے شکم کو مال حرام سے بھر سکیں، حلوہ خور علماء اپنے اس فعل کو سند جواز فراہم کرنے کے لیے واقعہ احد کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں اس میں رسول مکرم ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے تھے تو رسول معظم ﷺ نے حلوہ تناول فرمایا تھا مگر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ دندان مبارک کی شہادت کا واقعہ ماہ شوال 3 ہجری میں واقع ہوا اس کا ماہ شعبان یا شعبان کی پندرہویں تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بالفرض والمحال اگر اس مفروضہ کو درست بھی تسلیم کرلیا جائے تو کامل اتباع کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلے اپنے دانت توڑے جائیں پھر حلوہ خوری کا "شوق" پورا کیا جائے۔ حاصل یہ کہ شب براَت میں حلوہ خوری عبادت نہیں بلکہ بدعت ہے جس سے کلی گریز ضروری ہے۔

5۔ آتش بازی:

شب براَت کی مروجہ خرافات میں سے معروف ترین خرافات اس شب آتش بازی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات نے خوشی کے مواقع پر کیا طرز عمل ہونا چاہیے پوری شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو فضول اور سطحی قسم کی حرکات سے باز رکھتا ہے۔ آتش بازی سے مال کا ضیاع لازم آتا ہے شریعت نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ شب برات کے موقع پر مساجد میں خصوصی چراغاں کرنا اور اس کو خوشبودار بنانا دراصل برامکہ کی گھناؤنی سازش کا نتیجہ ہے جیسا کہ شیخ ابن العربی اپنی کتاب المنکرات ص 76 میں تحریر فرماتے ہیں: "مسجدوں میں خوشبو کی دھونی رکھنے کا سب سے پہلے رواج یحی بن خالد برمکی نے ڈالا، یحی بن خالد برمکی خلیفہ وقت کا وزیر اور درباری تھا اس کا مقصد مجوسیت کا احیا تھا۔"

آتش بازی وغیرہ میں ہندوؤں کی دیوالی اور عیسائیوں کے کرسمس ڈے سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ دین اسلام نے ہمیں کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

6۔ صلاۃ الفیہ:

شب براَت میں رائج شدہ خلاف اسلام امور میں سے سرفہرست ہزاروی نماز کی پابندی سے ادائیگی ہے۔

صلاۃ الفیہ کا طریقہ:

رسول مکرم ﷺ نے سیدنا علی ؓ سے ارشاد فرمایا: "اے علی (ؓ)! جس نے بھی پندرہ شعبان کی رات سو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں 10،10 بار سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھتا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! جو شخص بھی ان نمازوں کو ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی تمام حاجات پوری فرماتے ہیں۔"

نوٹ: اس بدعتی نماز کے بارے میں امام ابن جوزی ؒ الموضوعات میں متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
"اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں اس روایت کے رواۃ مجہول ہیں کچھ تو بہت زیادہ ضعیف ہیں۔ اس روایت کا حدیث رسول ہونا ناممکن ہے۔" (الموضوعات:2/127-130)

امام شوکانی ؒ فرماتے ہیں: "یہ حدیث موضوع ہے اور اس حدیث میں رات کی عبادت کا اہتمام کرنے والوں کے لیے جو ثواب بیان ہوا ہے۔ ارباب بصیرت کے نزدیک اس روایت کے موضوع ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس حدیث کے تمام رواۃ مجہول ہیں۔" (الفوائد المجموعۃ: ص15-52)

امام ابن القیم ؒ المنار المنیف میں صلاۃ الفیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں: "علم حدیث سے بہرہ ور شخص کا ایسی روایات سے دھوکہ کھانا باعث حیرت ہے (درحقیقت) یہ نماز اسلام میں 400 سال کے بعد بیت المقدس میں ادا کی گئی پھر اس کی فضیلت کے بارہ میں احادیث بنائی گئی۔"

صلاۃ الفیہ کی ابتداء:

اس بدعتی نماز کا آغاز کب اور کیسے ہوا امام مقدسی ؒ اس بارے میں رقمطراز ہیں:
"ہمارے ہاں (بیت المقدس میں) صلاۃ الرغائب اور صلاۃ شعبان (مراد صلاۃ الفیہ ہے) کا تصور تک نہ تھا۔ 447 ہجری میں نابلس کے علاقے سے ابن ابی الحمراء بیت المقدس میں آیا۔ اس کی آواز خوبصورت تھی۔ پندرہ شعبان کی رات میں وہ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا۔ اس کی آواز سے متاثر ہوکر ایک شخص اس کے ساتھ مل گیا اس کے بعد متعدد لوگ اس کے پیچھے جمع ہوگئے۔

دوسرے سال پھر وہ بیت المقدس آیا اور یہی عمل دوہرایا پھر تیسرے، چوتھے سال بھی ایسے ہی کیا، الغرض آہستہ آہستہ یہ بدعت زور پکڑتی گئی اور افسوس کہ یہ سلسلہ بدعتیہ اب تک جاری ہے۔ (البدع الحولیہ: ص299)

قارئین کرام! درج بالا سطور میں ہم نے ماہ شعبان سے متعلق ارشادات نبویہ ﷺ ذکر کیے ہیں آیئے ہم اپنے احوال کا جائزہ لیں اگر ہمارا طرز عمل خلاف سنت ہے تو آج ہی اس کو خیر آباد کہیں تاکہ دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچ سکیں۔ وما علینا إلا البلاغ المبین

☆☆☆



حدیث نمبر:48

عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عَنْه؛ أَنَّ النَّبِيَّ صلّى الله عليه وسلّم قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: «مَلأَ اللَّهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ نَارًا، كَمَا شَغَلُونَا عَنْ الصَّلاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتْ الشَّمْسُ».

وَفِي لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ «شَغَلُونَا عَنْ الصَّلاةِ الْوُسْطَى - صَلاةِ الْعَصْرِ - ثُمَّ صَلاهَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ».

وَلَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: «حَبَسَ الْمُشْرِكُونَ رَسُولَ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلّم عَنِ صَلاَةِ الْعَصْرِ، حَتَّى احْمَرَّتِ الشَّمْسُ أَوْ اصْفَرَّتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلّم: شَغَلُونَا عَنْ الصَّلاةِ الْوُسْطَى صَلاةِ الْعَصْرِ مَلأَ اللَّهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَاراً، أَوْ قَالَ حَشَا اللَّهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَاراً».

(رواه البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة، برقم 2931، ورقم 4111، و4533، و6396، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، برقم 627،628)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خندق کے دن ارشاد فرمایا: ''اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔'' جیسا کہ انہوں نے ہمیں نماز وسطی (عصر) سے روکے رکھا یہاں تک سورج غروب ہوگیا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے انہوں نے نماز وسطی یعنی نماز عصر سے روکے رکھا پھر اسے مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا اور صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو عصر کی نماز سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج کا رنگ سرخ یا زرد ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے ہمیں نماز وسطی یعنی نماز عصر سے روک دیا اللہ ان کے پیٹ اور قبریں آگ سے بھر دے یا مَلَأَ کی جگہ حشا کے الفاظ بیان کئے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مفردات الحدیث

1: اَلْخَنْدَقُ: مورچہ یا وہ گڑھا/کھائی جو سن 5 ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو مدینہ منورہ پر حملے سے روکنے کے لیے حرہ شرقیہ سے حرہ غربیہ تک اپنے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مل کر کھودا تھا۔

2: مَلَأَ اللّٰهُ: اللہ بھر دے۔

3: قُبُوْرَهُمْ: ان کی قبریں، قبر کی جمع۔

4: بُيُوْتَهُمْ: ان کے گھر بَيْتٌ کی جمع۔

5: شَغَلُوْنَا: ہمیں مشغول کیا، ہمیں روک دیا۔

6: الْوُسْطَى: درمیانی۔ مراد عصر کی نماز

7: غَابَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہوگیا۔

8: حَبَسَ: روکا۔

9: اِحْمَرَّتِ الشَّمْسُ: سورج سرخ ہو گیا۔

10: اِصْفَرَّتْ: زرد ہو گیا۔

11: أَجْوَافَهُمْ: ان کے پیٹ، جوف کی جمع۔

12: نَارُ: آگ

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ راجح قول کے مطابق نماز وسطی سے مراد نماز عصر ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نماز وسطی سے مراد فجر کی نماز لیا کرتے تھے لیکن خندق کے دن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مشرکین نے ہمیں صلوۃ وسطی یعنی عصر کی نماز سے روک دیا تب ہمیں پتہ چلا کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔

2۔ فرائض کی تاکید میں تفاوت کا ہونا جیسا کہ پانچ نمازوں میں سب سے زیادہ موکد نماز عصر کی نماز ہے پھر فجر و عشاء پھر مغرب و ظہر۔ واللہ اعلم

3۔ کسی کی اگر نماز چھوٹ جائے اور اس نماز کا وقت گزر جائے تو جب وقت ملے اسے پڑھ لے۔ لیکن بغیر شرعی عذر کے نماز کو قضاء کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

4۔ جہاد کی اہمیت وفضیلت جس کی وجہ سے نماز موخر کی گئی لیکن یہ اس وقت ہوا جب نماز خوف کا حکم نہیں اترا تھا۔

5۔ لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کا مقدم ہونا حتی کہ نماز کو موخر کر دیا گیا کیونکہ لوگوں کی حفاظت کے لیے خندق کھودنا ضروری تھا۔ اسی طرح نماز کے دوران سانپ، بچھو یا اس طرح کا زہریلا جانور وغیرہ نظر آجائے تو اس کو نماز کے دوران ہی مارنے کا حکم ہے اسی طرح اگر نماز کے دوران کوئی حادثہ وغیرہ ہو جائے جس سے نمازیوں کی جان کو خطرہ ہو تو اپنی نماز چھوڑ کر ان کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔

6۔ قضا نمازوں کی ترتیب راجح قول کے مطابق مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی اور کوئی ایسی صحیح و صریح حدیث نہیں ہے جو قضا نمازوں کی ترتیب کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ البتہ مستحب عمل اور حتی الوسع اسی کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ بہت سارے اہل علم کے نزدیک ترتیب فرض ہے۔ واللہ اعلم

7۔ ظالم کفار کے لیے بدعا کرنا جائز ہے۔ رسول

اللہ ﷺ نے رحمت اللعالمین ہونے کے باوجود سخت بد عادی کہ اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔

8۔ یہ حدیث قبر میں عذاب ہونے کی دلیل بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔

9۔ مشکل وقت میں قائد کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنا اور مشترکہ کام بھی باقاعدہ حصہ لینا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی میں عملاً بھر پور طریقے سے حصہ لیا۔

10۔ جہادی امور اور اس میں مشکلات کی فضیلت۔

11۔ غزوہ خندق کا دوسرا نام غزوہ احزاب بھی ہے احزاب حزب کی جمع ہے جس کا معنی گروہ ہے۔ مشرکوں کے سارے گروہوں نے اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی اور مدینہ منورہ کے اندر سے یہودیوں اور منافقین نے باہر کے کفار و مشرکوں کا بھر پور ساتھ دیا باجود اس کے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مدد کا وعدہ کر رکھا تھا اور ان ساری چیزوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں مسلمانوں کو فتح دی اور کفار و مشرکین کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

12۔ فتح و شکست صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

حدیث نمبر:49

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عَنْهما؛ قَالَ:«أَعْتَمَ النَّبِيُّ صلّى الله عليه وسلّم بِالْعِشَاءِ، فَخَرَجَ عُمَرُ، فَقَالَ : الصَّلاةُ، يَا رَسُولَ اللَّهِ. رَقَدَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ يَقُولُ : لَوْلا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لأَمَرْتُهُمْ بِهَذِهِ الصَّلاةِ هَذِهِ السَّاعَةِ».

(رواه البخاري، كتاب التمني، باب ما يجوز من اللوّ، برقم 7239، وبنحوه مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب وقت العشاء وتأخيرها، برقم 642)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں دیر کر دی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نکلے، عرض کی نماز، یا رسول اللہ ﷺ... عورتیں اور بچے سو رہے ہیں آپ ﷺ نکلے اس حال میں کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے آپ ﷺ فرمانے لگے: "اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو انہیں یہ نماز اس وقت پڑھنے کا حکم دے دیتا۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: أَعْتَمَ :اندھیرے میں داخل ہوا یعنی دیر کر دی اَلْعَتَمَةُ رات کے اندھیرے کو کہتے ہیں۔

2: رَقَدَ :سوگیا۔

3: النِّسَآءُ :عورتیں۔

4:الصِّبْيَانُ :بچے۔

5:رَاسُهُ:اس کا سر۔

6:يَقْطُرُ :قطرے گرتے ہیں۔

7:لَوْلاَ :اگر نہ۔

8: اَشُقَّ :میں مشقت میں مبتلا کرتا۔

9:عَلٰى أُمَّتِيْ :میری امت پر۔

10:اَوْ عَلَى النَّاسِ :یا لوگوں پر۔

11:لَاَمَرْتُهُمْ :تو میں ضرور انہیں حکم دیتا۔

12:هَذِهِ السَّاعَةِ :اس گھڑی / وقت

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔

2۔ لوگوں کی سہولت اور آسانی کے لیے افضل پر عمل نہ کرنا۔ لیکن جتنا ممکن ہو افضل حکم کے قریب رہنا چاہیے۔

3۔ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے حق میں بڑے ہمدرد شفیق اور رحمدل اور خیر خواہ تھے۔

4۔ صحابیات بچوں سمیت نماز ادا کرنے کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لے جایا کرتی تھیں۔ البتہ عورت کی نماز گھر میں افضل ہے۔ عورتوں کو مسجد سے روکنا درست نہیں البتہ عورتوں کے شریعت نے آداب مقرر کیئے ہیں مثلا بن سنور کر نہ جانا، خوشبو وغیرہ لگا کر نہ جانا، بے پردگی سے نہ جانا، اگر وہاں یا راستے میں کسی فتنے کا خطرہ ہو تو نہ جانا، خاوند یا محرم کی اجازت سے جانا وغیرہ۔

5۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو چھوٹا بڑے کو، شاگرد استاد کو مقتدی امام کو توجہ دلا سکتا ہے جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہے۔

6۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے کوئی چیز فرض واجب ہو سکتی ہے جیسے اس حدیث میں ہے کہ اگر مشقت نہ ہوتی تو میں حکم دیتا۔۔۔ لیکن آپ نے حکم نہیں دیا اگر حکم دے دیتے تو وہ اسی وقت فرض ہوتی۔

☆☆☆

بدعات رجب سے متعلق مختلف فتویٰ

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں:

"رجب یا کسی بھی دوسرے مہینے میں شب معراج کی تعیین کے متعلق صحیح احادیث میں کچھ بھی مذکور نہیں اور اس رات کی تعیین میں جو کچھ بھی مروی ہے وہ محدثین کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور اگر بالفرض اس رات کی تعیین ثابت بھی ہو جائے تب بھی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے بعض عبادات کے لئے خاص کریں یا اس میں مختلف مجالس و محافل کا انعقاد کریں کیونکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا اور اگر ایسا کوئی بھی کام مشروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنے قول یا فعل کے ذریعے امت کے سامنے اس کی وضاحت ضرور فرمادیتے۔"

(مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعۃ:1/188)



زندگی ایسے گزاریں

مترجم: حافظ فیض اللہ ناصر (قسط 14)

مسلمان بھائی کے راز کی حفاظت

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

«إِذَا حَدَّثَ الْإِنْسَانُ حَدِيثًا فَرَأَى الْمُحَدَّثُ الْمُحَدِّثَ يَلْتَفِتُ حَوْلَهُ فَهِيَ أَمَانَةٌ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في نقل الحديث: 4868-سنن ترمذی، أبواب المناقب، باب كيف الرق: 3896-مسند أحمد:352/3-سلسلة الأحاديث الصحيحة: 1090)

”جب انسان کوئی بات کر رہا ہو اور جس شخص کے پاس وہ بات کر رہا ہو وہ اسے اِدھر اُدھر دیکھتا پائے تو وہ بات امانت ہوتی ہے۔“

یعنی جب ایک شخص دوسرے سے کوئی بات کرتے ہوئے اپنے ارد گرد دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی سُن ہی نہ لے، تو دوسرے شخص کو سمجھ جانا چاہیے یہ اس کی راز کی بات ہے جو وہ اس کے پاس بہ طورِ امانت بیان کر رہا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ بات کرنے والے کی وضاحت کے بغیر ہی اس بات کو امانت سمجھے اور کسی کے پاس بیان نہ کرے۔

چغل خوری کی مذمت

سیدنا ہمام بیان کرتے ہیں کہ

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ حُذَيْفَةَ مَرَّ رَجُلٌ، فَقَالُوا: هٰذَا يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى السُّلْطَانِ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.»

(صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب ما يكره من النميمة: 6056-صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة: 105)

”میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی گزرا، لوگوں نے کہا کہ یہ آدمی بادشاہ کو باتیں پہنچاتا ہے۔ تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: چُغل خور جنّت میں نہیں جائے گا۔“

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے ان دو لوگوں کے بابت روایت کرتے ہیں جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ.»

(صحيح بخاری، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: 216-سنن أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول: 20- سنن ترمذی، أبواب الطهارة، باب التشديد في البول: 70-سنن نسائی، كتاب الطهارة، باب التنزه من البول:31)

”ان میں سے ایک چُغلی کیا کرتا تھا۔“

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَلَا يَعْضَهُ بَعْضُنَا بَعْضًا.»

(صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب الحدود كفارات لأهلها: 1709-مسند أحمد:313/5)

”اور ہم میں سے کوئی بھی کسی دوسرے پر قبیح الزام نہیں تھوپے گا۔“

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ، الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ.»

(صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب تحريم النميمة: 2606-مسند أحمد:437/1)

”کیا میں تمہیں بتلاؤں نہ کہ قبیح الزام کیا ہے؟ وہ چُغل خوری ہے، جو لوگوں میں دشمنی ڈال دیتی ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے چُغل خوری کی تفسیر کے بابت روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«نَقْلُ الْحَدِيثِ مِنْ بَعْضِ النَّاسِ إِلٰى بَعْضٍ»، لِيُفْسِدَ بَيْنَهُمْ.

(صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب تحريم النميمة: 2606-مسند أحمد:437/1)

”لوگوں میں سے ایک کی بات سُن کر دوسرے کو بتلانا، تاکہ ان میں بدسلوکی پیدا ہو جائے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَجِدُ شِرَارَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ: الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِحَدِيثِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ بِحَدِيثِ هٰؤُلَاءِ.»

(صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب ما قيل في ذي الوجهين: 6058-صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب خيار الناس:2526)

”روزِ قیامت تُو لوگوں میں سے بُرا شخص اسے پائے گا جو دو رُخا (یعنی دوغلا) ہو گا، جو اِن کے پاس آ کر کچھ اور بات کرتا تھا اور اُن کے پاس جا کر کچھ اور کہتا تھا۔“

مذکورہ بالا تمام تر احادیث چُغل خوری کی مذمت میں بیان ہوئی ہیں، چُغل خوری کی تعریف خود نبی کریم ﷺ نے فرمادی ہے کہ صرف فتنہ وفساد

ڈالنے کی غرض سے ایک شخص کی بات سُن کر دوسرے کو جا کر بتلانا چُغل خوری کہلاتا ہے اور اس قبیح خصلت کے حاملین کا انجام آپ پڑھ چکے ہیں۔

دوسرے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنے لیے ہو۔

کمالِ ایمان سے متصف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند کیا جائے جو بندہ اپنے لیے کرتا ہے، اس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.»

(صحيح بخارى، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه: 13 -صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم ما يحب لنفسه من الخير:45)

”تم میں سے کوئی بھی تب تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرنے لگے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ مَا يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْهِ»

(صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بالوفاء ببيعة الخلفاء، الأول فالأول: 1844- مسند أحمد:192/2)

”جو شخص یہ پسند کرے کہ اسے جہنم سے بچا لیا جائے اور جنّت کا داخلہ نصیب کر دیا جائے تو اسے اس حالت میں موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور وہ لوگوں کو بھی وہی کچھ دینا پسند کرتا ہو جو وہ اپنے لیے دیا جانا پسند کرتا ہے۔“

سیدنا شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

انْتَهَيْتُ إِلٰى رَجُلٍ يُحَدِّثُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ، فَقَالَ: أَنَا بِمِنًى غَادِيًا إِلٰى عَرَفَاتٍ، فَدَنَوْتُ فَأَخَذْتُ بِالزِّمَامِ أَوْ قَالَ: بِالْخِطَامِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! حَدِّثْنِي بِعَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ، قَالَ: «تُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتُحِبُّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْكَ، وَتَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْكَ، خَلِّ عَنْ وُجُوهِ الرِّكَابِ.»

(مسند أحمد: 372/5- سلسلة الأحاديث الصحيحة:1477)

”میں ایک آدمی کے پاس پہنچا جو لوگوں کو حدیثیں بیان کر رہا تھا، میں (بھی وہاں) بیٹھ گیا، اس نے کہا: میں منیٰ میں تھا اور عرفات کو جانے کا ارادہ کر رہا تھا، تو میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) قریب ہو گیا اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی) لگام پکڑ لی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بیان کیجیے جو مجھے جنّت کے قریب کر دے اور جہنّم سے دُور کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز قائم کیا کر، زکاۃ کی ادائیگی کیا کر، بیت اللہ کا حج کر، ماہِ رمضان کے روزے رکھا کر، لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور وہی کچھ ان کے لیے ناپسند کر جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے، چلو اب سواری کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔“

بدگمانی اور جاسوسی سے اجتناب

بغیر تصدیق و تحقیق کے کسی کے بارے میں اپنی طرف سے ہی یا سُن سنا کر کوئی منفی رائے قائم کر لینا بدگمانی اور لوگوں سے چھُپ کر یا ان کی لاعلمی میں ان کی ایسی باتیں سننا کہ جن کا کسی اور کو پتہ چل جانا انہیں پسند نہ ہو، جاسوسی کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ (سورۃ الحجرات:12)

”اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور تم جاسوسی بھی مت کیا کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ، الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.»

(صحيح بخارى، كتاب الأدب، باب ما قيل في ذي الوجهين: 6058-صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب خيار الناس:2526)

”یقیناً لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جو دو رُخا (یعنی دوغلا) ہے، وہ اِن کے پاس ایک رُخ لے کے آتا ہے اور اُن کے پاس اپنا دوسرا رُخ دِکھاتا ہے۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَنَافَسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا.»

(صحيح بخارى، كتاب الأدب، باب: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا﴾: 6066-صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب تحريم الظن، والتجسس، والتنافس، والتناجش ونحوها: 2563)

”گمان کرنے سے بچو، کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے اور جاسوسی مت کرو، ٹوہ مت لگاؤ، ایک

دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش مت کرو، ایک دوسرے سے حسد مت کرو، باہم بُغض مت رکھو اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔"

حسد سے اجتناب اور حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم

کسی شخص کی کوئی خوبی، اچھائی، کامیابی، خوشحالی، مال ودولت یا علم ومنصب میں برتری دیکھ کر کسی دوسرے شخص کے نفس میں ایسی جلن (Jealousy) پیدا ہوتی ہے جس سے وہ یہ خواہش کرنے لگتا ہے کہ وہ نعمت اس سے زائل ہو کر اسے مل جائے، اسے حسد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اللہ جلّ شانہ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (سورۃ الفلق:5)

"(اے پیغمبر! آپ ﷺ کہہ دیجیے) میں حاسد کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جب وہ حسد کرے۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«وَلَا تَحَاسَدُوا.»

(صحیح بخاری، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر:6064-صحیح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن التحاسد والتباغض والتدابر:2558-سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب فيمن يهجر أخاه المسلم: 4910-سنن ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الحسد: 1935-سنن ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية :3849)

"ایک دوسرے سے حسد مت کرو۔"

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ، وَلَكِنَّهَا تَحْلِقُ الدِّينَ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذَلِكَ لَكُمْ، أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ.»

(سنن ترمذی، أبواب صفة القيامة، باب منه: 2510- مسند أحمد:156/1-الإرواء:238/3)

"تم میں پہلی اُمتوں کی بیماری یعنی حسد اور بغض سرایت کر جائیں گے، یہ (دونوں) مُونڈ کے رکھ دینے والے ہیں، میری مراد یہ نہیں کہ یہ بال مُونڈ دیتے ہیں بلکہ یہ دِین کو مُونڈ کے رکھ دیتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم تب تک جنّت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ ایمان والے نہ بن جاؤ اور تب تک ایمان والے نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جو تمہیں محبت میں پُختہ کردے؟ آپس میں سلام پھیلاؤ۔"

یعنی ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنا محبت کی پختگی کا سبب ہے اور حسد وبغض کی بیماری سے سلامت رہنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

☆☆☆

بدعات رجب سے متعلق مختلف فتاویٰ

1۔ شیخ صالح بن فوزان الفوزان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رجب کے پہلے روز روزہ رکھنا بدعت ہے شریعت کا حصہ نہیں اور نبی کریم ﷺ سے رجب میں خاص طور پر روزوں کا اہتمام ثابت نہیں۔ لہٰذا ماہ رجب کے پہلے روز روزہ رکھنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ عمل سنت ہے، گناہ اور بدعت ہے۔"

(فتاویٰ فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان: 33/1)

2۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں:

"رجب یا کسی بھی دوسرے مہینے میں شب معراج کی تعیین کے متعلق صحیح احادیث میں کچھ بھی مذکور نہیں اور اس رات کی تعیین میں جو کچھ بھی مروی ہے وہ محدثین کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور اگر بالفرض اس رات کی تعیین ثابت بھی ہو جائے تب بھی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے بعض عبادات کے لئے خاص کریں یا اس میں مختلف مجالس ومحافل کا انعقاد کریں۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا اور اگر ایسا کوئی بھی کام مشروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنے قول یا فعل کے ذریعے امت کے سامنے اس کی وضاحت ضرور فرمادیتے۔"

(مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعۃ: 188/1)

3۔ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے:

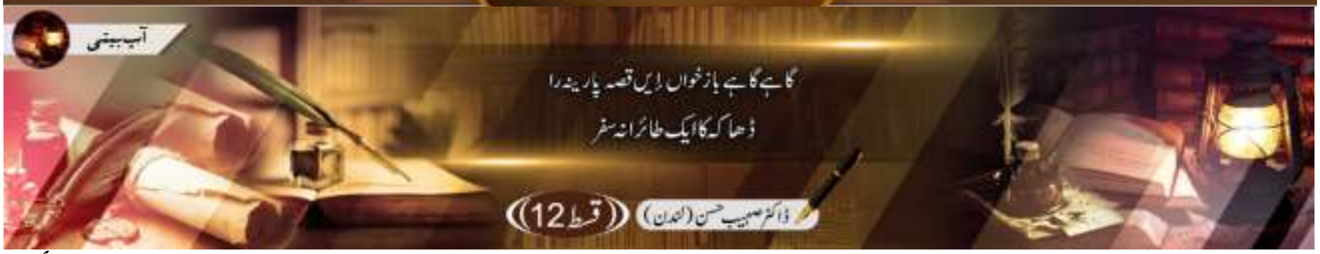
"رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ لہٰذا جو بھی ایسا کرے گا وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کرے گا اور بدعت کا مرتکب ٹھہرے گا۔" (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء، رقم الفتویٰ: 5169)

4۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے کسی نے دریافت کیا کہ کچھ لوگ ماہ رجب میں زکوۃ ادا کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رجب میں اس کی خاص فضیلت ہے تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب میں شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں۔ اگر تو وہ لوگ عبادت سمجھ کر ایسا کرتے ہیں تو یہ بدعت ہے اور اگر ان کے اموال پر سال ہی اسی مہینے پورا ہوتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(البدع والمحدثات: ص462)

☆☆☆



یہ 1966ء کے آغاز کی بات ہے۔

مسلم ایڈ برطانیہ کی رفاہی تنظیموں میں سے ایک مشہور تنظیم ہے جس کا خیراتی، تعلیمی اور امدادی کام دنیا کے کئی ایسے ممالک تک پھیلا ہوا ہے، جہاں مسلمان معاشی ناآسودگی کا شکار ہیں اور ہنگامی طور پر کسی زمینی یا آسمانی آفت کا سامنا کیے ہوئے ہیں، کام کو مؤثر بنانے کے لیے برطانیہ سے باہر مسلم ایڈ کی 6 شاخیں بوسنیا، کروشیا، جرمنی، سوڈان، آسٹریلیا اور بنگلہ دیش میں پوری تندہی سے کام کر رہی ہیں۔

عید سے متصل بعد پاکستان کے لیے عازم سفر ہوتے ہوئے پروگرام بنا کہ مسلم ایڈ کی بنگلہ دیش شاخ سے بھی لگے ہاتھوں بالمشافہ تعارف ہو جائے، اس لیے پاکستان کے مختصر دورے کے بعد ڈھاکہ کے لیے بھی ایک ہفتے کے قیام کے لیے وقت نکال لیا تھا۔

کراچی سے 7 مارچ کو روانگی ٹھہری لیکن اخبارات کے ذریعہ بنگلہ دیش کے سیاسی حالات کی بنا پر متوقع ہڑتالوں اور ہنگاموں کی نوید سنائی دی گئی اور پھر وہاں کے احباب کا بھی محتاط رہنے کا مشورہ اس سفر کو شروع کرنے کے آڑے آ رہا تھا، تشویشناک بات یہ تھی کہ 9مارچ سے اپوزیشن کی تحریک پر شروع کی جانے والی ہڑتال ہنگاموں اور فساد کے اندیشے سے خالی نہ تھی اور پھر یہ اندیشہ بھی کہ مقامی لوگوں کا گھر سے باہر نکلنا بھی خطرے کا موجب رہے گا چہ جائیکہ میرے جیسا نَووارد شخص ان خطرات کو خود دعوت دیتا پھرے۔

بہرصورت 6مارچ کی شام کو لاہور سے اس عزم کے ساتھ روانگی ہوئی کہ 7مارچ کی صبح طے شدہ پروگرام کے مطابق ڈھاکہ کوچ کر جانا ہے لیکن کراچی پہنچتے ہی ڈھاکہ کی مسلم ایڈ برانچ کے ڈائریکٹر برادر رشید الزمان نے فون پر بتایا کہ حالات اتنے خوش کن نہیں ہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ سفر کو کچھ دنوں کے لیے مؤخر کر دیا جائے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ 9مارچ سے طلوع ہونے والی اپوزیشن کی عدم تعاون کی تحریک کس کروٹ بیٹھتی ہے، چنانچہ ارادہ سفر اس وقت ملتوی کرنا پڑا کہ فلائٹ میں پانچ گھنٹے سے کم وقت رہ گیا تھا اور ایک ٹیکسی والے سے فجر سے قبل مجھے ائرپورٹ لے جانے کا معاملہ طے ہو چکا تھا۔

9 مارچ سے اپوزیشن نے حکومت کے خلاف عدم تعاون کی تحریک کا آغاز کر دیا جس کے نتیجے میں ساری ٹرانسپورٹ معطل ہو کے رہ گئی۔ ڈھاکہ اور کئی دوسرے شہروں سے ہنگاموں کی اطلاعات بھی اخباروں کی زینت بننے لگیں۔ پی آئی اے کی چونکہ ہر ہفتے ڈھاکہ کی صرف دو پروازیں تھیں اس لیے طبیعت للچا رہی تھی کہ یہ موقع ضائع نہ کیا جائے اور پھر لندن سے بار بار آنا اتنا آسان بھی نہیں تھا اور ایسے سفر کے لیے وقت نکالنا اور بھی مشکل!!

برادر رشید الزمان سے فون پر بات کی اگر میں ڈھاکہ آؤں تو آیا ائرپورٹ سے شہر پہنچنا اور پھر مسلم ایڈ کے دفاتر تک اپنے آپ کو محدود رکھنا ممکن ہو گا۔ رشید الزماں کے جواب میں احتیاط کا پہلو غالب تھا لیکن یہ امید بھی دلائی گئی تھی کہ ٹرانسپورٹ کا کوئی بندوبست کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ کا نام لے کر 12 کی سیٹ بک کرا لی لیکن پہلے پروگرام کے تحت واپسی کی تاریخ 14 مارچ ہی کی رکھی کہ کم از کم ڈھاکہ میں 2 دن گزارنے کا موقع مل جائے گا۔

یہ روئیداد ڈھاکہ ان دو دنوں ہی کی روئیداد ہے۔

کراچی سے تین گھنٹے کی آرام دہ پرواز کے بعد ڈھاکہ کے 'ضیاء انٹرنیشنل ائرپورٹ' پر اترنا ہوا۔ کراچی کے مقابلہ میں یہاں کے انتظامات، صفائی اور آسائشیں فروتر پائیں۔ بیگ لے کر باہر آیا تو برادر رشید دیگر رفقاء کے ساتھ چشم براہ تھے۔

پہلے ہی دن 2 تلخ تجربات سے گزرنا پڑا۔

جیسا کہ کراچی ائرپورٹ کا تجربہ ہے، کرنسی کا تبادلہ بنک سے بالا بالا بھی کیا جا سکتا ہے، برادر رشید کے توسط سے ایک بنگالی زرفروش سے ایک سو پاؤنڈ بنگالی کرنسی میں تبدیل کرائے جو کہ 6 ہزار ٹکہ سے کچھ زائد تھے۔ یہ ایک معمول کے مطابق سودا تھا، لیکن زرگروں کا پورا گروہ ہمارے گرد اس لالچ میں جمع ہو گیا کہ میں کچھ مزید پاؤنڈ بھی ان سے تبدیل کراؤں۔ اپنے ترجمان کے ذریعہ انہیں بار بار یقین دلایا کہ مجھے مزید پیسوں کی ضرورت نہیں کہ میں کرنسی تبدیل کراؤں لیکن ان کا غول ہمارا پیچھا کرنے لگا اور ہمیں ان سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل نظر آنے لگا۔

پھر جس شخص نے مجھ سے معاملہ کیا تھا، اس نے اصرار کرنا شروع کیا کہ میں اپنے پاؤنڈ واپس لے لوں اور اس کی رقم اسے واپس کر دوں چنانچہ میں نے اس ہجوم نامعقول سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اسے رقم واپس کر دی لیکن جب پاؤنڈ گنے گئے تو 20 کم تھے۔ اب میں لاکھ کہوں کہ پوری رقم یعنی 100 پاؤنڈ واپس کرو تو ان کا کہنا تھا کہ نہیں تم نے اتنی ہی رقم دی ہے۔ یہ بددیانتی دیکھ کر میں نے کہا کہ اچھا! پاؤنڈ اپنے پاس رکھو اور میری تبدیل کردہ کرنسی مجھے واپس کر دو۔ رقم مجھے واپس کر دی گئی لیکن 1 ہزار کا نوٹ کھسکایا جا چکا تھا۔ گویا بجائے 6 ہزار کے مجھے 5 ہزار تھما دیے گئے تھے۔ اب اس صورتحال میں میری شنوائی کرنے والا کوئی نہ تھا، نہ ہی پولیس اور نہ ہی ائرپورٹ کا کوئی اہلکار۔ تماشائیوں کی تعداد بھی ہر لحظہ بڑھ رہی

تھی اس لیے چاروناچار انہی 5 ہزار کو دبوچ کر باہر کی راہ لی کہ مزید کسی اور الجھن کا شکار نہ ہو جائیں۔

دوسرے حادثے کو جاننے سے قبل چند سطور اور صبر فرمالیں۔

اب مسئلہ تھا شہر پہنچنے کا۔ برادر رشید نے بتایا کہ سڑک پر سوائے آٹو رکشہ یا سائیکل رکشہ کے علاوہ اور کوئی سواری دستیاب نہیں، البتہ ایمبولینس کے استعمال کی اجازت ہے، اس لیے کسی مہربان ڈاکٹر کے توسط سے ایک ایمبولینس حاصل کر لی گئی لیکن پٹرول کم پڑ جانے کی بناپر یہ سواری بھی آدھا راستہ طے کرنے کے بعد جواب دے گئی۔ چنانچہ ایک نسبتاً بڑے آٹو رکشا سے 4 سو ٹکے پر معاملہ طے ہوا کہ اس کی عقبی نشستوں پر چار پانچ سواریوں کی بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ ڈھاکہ شہر کی طرف آٹو رکشہ کا ایک ہجوم رواں دواں تھا۔ خوب گہما گہمی بھی تھی اور کسی متوقع ہنگامے کے اندیشے سے قلبی اضطراب بھی!!

نصف ساعت کے بعد سڑک پر امڈتا ہجوم بھی نظر آیا اور یہ بھی دیکھا کہ رکشے والے واپسی کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ برادرم رشید نے بتایا کہ اس راستے پر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے متبادل راستہ اختیار کرنا چاہیے جو کہ ڈھاکہ چھاؤنی ہو کر گزرتا ہے۔ چنانچہ رکشے والے نے رخ موڑا اور پھر ریلوے لائن عبور کرتے ہی چھاؤنی کی بیرونی چوکی تک پہنچ گیا، جہاں چوکی پر متعین گارڈ نے رکشہ آگے جانے سے روک دیا۔ برادرم رشید چوکی کے ارباب حل وعقد کے ساتھ مذاکرات میں مصروف ہوئے اور میں آنے جانے والی ٹریفک کو دیکھتا رہا۔

زندگی میں پہلی دفعہ سائیکل رکشہ کو دیکھ رہا ہوں۔ کہیں کوئی منحنی نوجوان اور کہیں کوئی سفید ریش بوڑھا شخص دو دو آدمی بٹھائے رکشہ گھسیٹتا نظر آتا ہے۔ انہیں سائیکل کی گدی پر کم ہی بیٹھنا نصیب ہوتا ہے، رکشہ آگے دوڑانے کے لیے انہیں گدی سے ہٹ کر پیڈل مارنے پر پورا زور لگاتے دیکھا۔

کچھ دیر کے بعد برادر رشید نے آکر یہ مژدہ سنایا کہ فوجی جوان ایک غیر ملکی مہمان کی مدارات کے طور پر ہمیں گذرنے کی اجازت دینے پر آمادہ ہو گئے ہیں، ان کی ایک گاڑی ہمارے پیچھے پیچھے آئے گی اور چھاؤنی کے دوسرے دروازے تک ہماری مشایعت کرے گی۔ بالآخر یہ گاڑی آ گئی اور ہمارا رکشہ از سر نو منزل کے لیے روانہ ہوا، چھاؤنی کا علاقہ طے کرنے کے بعد فوجی جوانوں کی گاڑی واپس پلٹ گئی اور ہم منزل سے کچھ اور قریب ہو گئے۔

ان دو دنوں کے لیے میرا ٹھکانہ 'سندربن' ہوٹل قرار پایا جو ڈھاکہ کے اچھے ہوٹلوں میں شمار ہوتا ہے۔ ظہرانہ اور سفر کی تھکان اتارنے کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہوا، برادر رشید نے مسلم ایڈ کی مشاورتی کمیٹی کے معزز اراکین کو پہلے سے مدعو کر رکھا تھا، جو نامساعد حالات کے باوجود بروقت ہوٹل پہنچ چکے تھے۔ یہ سب یہاں کے معززین میں سے تھے، جناب شمس الرحمٰن جو مشرقی پاکستان کی اسمبلی کے رکن رہ چکے ہیں، ایک دوسرے صاحب بنگلہ دیش نیشنل اسمبلی کے ممبر رہے ہیں، مجیب الرحمٰن صاحب مقامی کالج میں انگریزی زبان اور لٹریچر کے لیکچرر تھے، ان احباب کے ساتھ ایک طویل مشاورت رہی جس میں مسلم ایڈ کی سرگرمیوں کے علاوہ بنگلہ دیش میں مختلف رفاہی تنظیموں کے کام کی نوعیت اور مقاصد پر بھی سیر حاصل گفتگو رہی۔

عشاء سے قبل جب یہ اجتماع اختتام کو پہنچا تو طے پایا کہ ڈھاکہ کی مشہور زمانہ مسجد 'بیت المکرم' کی زیارت کی جائے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہاں سائیکل رکشہ واحد وسیلہ سفر ہے جس پر نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹھنا پڑا۔ ہمارے دوسرے دو ساتھی دوسرے رکشہ پر سوار ہوئے۔ 'بیت المکرم' کے راستہ میں ڈھاکہ کی سڑکیں اور عمارات کی دید رہی۔

اول تو رکشاؤں کا وہ ہجوم کہ ٹڈی دل کا سا سماں ہے، رکشہ رکشہ کو کاٹتا ہوا جا رہا ہے، لیکن گھنٹی کی ٹن ٹن ٹکراؤ سے بچاتی ہے، یہ سواری کسی ٹریفک لائن کی مرہون منت نہیں۔ شہر کی بعض سڑکیں تو تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں، لیکن رکشہ بان غالباً اندھیرے میں پیڈل چلانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ جو علاقہ میں میں نے دیکھا وہ ڈھاکہ کی کوئی اچھی تصویر نہیں پیش کر سکا۔ فقر وفاقہ در و دیوار سے چھلکتا نظر آیا، دیکھا کہ خاندان کے خاندان بوریا بستر فٹ پاتھ پر جمائے کھلے آسمان تلے اپنے شب وروز گزار رہے ہیں۔ نہ جانے یہ لوگ حاجات ضروریہ سے کہاں فراغت حاصل کرتے ہوں گے!!

بیت المکرم کی چوکور کعبہ نما بلند وبالا عمارت، مرکزی ہال کے سہ اطراف میں وسیع آراستہ پیراستہ باغ، دل کو لبھا گئے۔

رفقاء سفر نے بتایا کہ مسجد سے باہر کی شاہرائیں سیاسی جلسوں اور جلوس کے لیے بکثرت استعمال ہوتی ہیں، ہم بیت المکرم پہنچے تو عشاء کی اقامت ہو رہی تھی، اس لیے مسجد کے مرکزی ہال کی دیوار کے ساتھ ایک شُوتی ریک میں جوتے رکھنے کے بعد جماعت میں شامل ہو گیا۔

نماز سے فراغت کے بعد جوتوں کو غائب پایا اور یہ دوسرا ناخوشگوار واقعہ تھا کہ جو ڈھاکہ آمد کے پہلے دن ہی میرا منتظر تھا۔ میرے ایک رفیق سفر نہ جانے کہاں سے ایک چپل خرید لائے کہ جن کا رات کے وقت دستیاب ہونا ایک غیر معمولی بات تھی، اللہ کا شکر ادا کیا کہ بلاء جوتوں تک محدود رہی اور ہم خیریت سے ہوٹل واپس پہنچ پائے۔

اگلے دن صبح سویرے ہی میری مصروفیات کا آغاز ہو گیا۔

مسلم ایڈ سے وابستہ ایک نوجوان قدوسی صاحب ساڑھے سات بجے میرے منتظر تھے۔ مناسب جانا کہ مسلم ایڈ کے صدر دفتر پہنچنے کے لیے پیدل راستہ اختیار کیا جائے، چنانچہ کئی سڑکیں پھلانگتے ہوئے ہم

حبیب اللہ روڈ پہنچے جہاں ایک عمارت مسلم ایڈ کا بورڈ نظر آیا۔

ظہر تک دفتر میں قیام رہا، مسلم ایڈ برطانیہ کے صدر کی حیثیت سے میرا یہ ایک تنظیمی دورہ تھا، میں نے دفتر کے تمام اراکین جن کی تعداد 8 تھی، سے ملاقات کی۔ چند ویڈیوز کی مدد سے مسلم ایڈ کے پنبہ، غازی آباد اور دیگر علاقوں میں رفاہی کام کا مشاہدہ کیا۔ خاص طور پر سائیکلون سنٹر بنانے میں اس دفتر کی کاوشوں کو دیکھا اور پھر متعدد فائلوں کی ورق گردانی بھی کی اور جس مقصد کے لیے میں نے یہاں آنے کا بیڑا اٹھایا تھا، اس کی چھان بین کی۔

سفر نامے کی یہ ہلکی پھلکی سطور مسلم ایڈ کے بھاری بھرکم مسائل کا احاطہ کرنے سے قاصر رہیں گی۔ اس لیے یہ بیان کسی اور موقع کے لیے اٹھا رکھتا ہوں۔

ظہر کے بعد میں اپنے ایک پرانے دوست، دار الافتاء (ریاض) کے توسط سے لندن میں سعودی سفارت خانے کی ایک فعال شخصیت جناب عبد اللہ بری کے ہاں مدعو تھا۔

عبد اللہ بری کئی سال سعودی سفارت خانے میں فرسٹ سیکرٹری کی حیثیت سے مقیم رہے، 1976ء میں جب شیخ ابن باز دار الافتاء کے رئیس تھے تو انہوں نے میرے مطالبہ پر مجھے نیروبی سے لندن منتقل ہونے کی ہدایت جاری کر دی تھی اور وہاں پہنچنے کے چند ہفتوں بعد ہی شیخ کے ابن عم اور ان کے خاص الخاص سیکرٹری عبد العزیز بن ناصر اپنی فیملی کے ساتھ لندن پہنچے تو وہ مجھے لے کر سفارت خانے آئے۔ عبد اللہ بری سے ملاقات ہوئی، میرا تعارف کرایا کہ میں لندن میں نو وارد ہوں اور دار الافتاء کی جانب سے مبعوث کیا گیا ہوں۔ تو عبد اللہ بری نے اپنی خوشی کا اظہار کیا، خوش آمدید کہا اور یہاں کی مسلم کیمونٹی کے ساتھ رابطے کے لیے مجھے تعاون کرنے کی دعوت دی، اور یوں میرا اور ان کا باہمی تعاون کی بنیاد پر ایک گہرا تعلق قائم ہو گیا، جو ان کے لندن چھوڑنے تک برابر قائم رہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس سے تعلق سے میں برطانیہ کے طول وعرض کا دورہ کرتا رہا، مساجد اور مدارس اور دیگر دینی مصروفیات کو قائم و دائم رکھنے میں میری سفارشات کو مالی اعانت کے حصول کے لیے قدر و منزلت سے دیکھا جاتا رہا اور ان اداروں کو سعودی امداد حاصل ہوتی رہی۔ میں نے مساجد و مدارس سے متعلق اپنی ناچیز کاوش کو اپنی کتاب بعنوان 'انگلستان میں اسلام' کے اوراق میں محفوظ کر دیا ہے۔

عبد اللہ بری اپنی طویل مدت سفارت پوری کرنے کے بعد نوے کی دہائی کے اوائل میں جدہ لوٹ چکے تھے اور پھر مجھے اطلاع ملی کہ انہیں بحیثیت سفیر بنگلہ دیش میں متعین کر دیا گیا ہے، ایک عرصہ بعد ڈھاکہ میں ان سے ملاقات میرے لیے انتہائی باعث مسرت تھی، میں رکشہ سے سفارت خانہ پہنچا، ایک گارڈ نے بلڈنگ کا آہنی دروازہ کھولا اور مجھے پہلی منزل کے اس خصوصی آفس میں لے گیا جہاں عبد اللہ بری میرے لیے چشم براہ تھے۔ کچھ پرانی یادوں کا تذکرہ ہوا، ڈھاکہ آمد کا پس منظر بتایا اور پھر دو اور سفارت کاروں کی معیت میں ظہرانے سے فارغ ہونے کے بعد سفارت کی گاڑی نے مجھے اس قریب ترین کارنر تک پہنچا دیا جہاں سے رکشہ بآسانی مل سکتا تھا۔ شاید سفارت کی گاڑی ہڑتال اور ہنگاموں کی بنا پر مرکز شہر جانے میں محتاط تھی اور پھر میں مواکھلی ہوتے ہوئے واپس ہوٹل پہنچا۔

عصر کے بعد ایک اور رفاہی تنظیم کے سرکردہ حضرات سے ملاقات ہوئی جن کا تعلق اسلامک بینکنگ سے بھی تھا۔

میرے علم میں تھا کہ میرے ایام مدینہ (1662ء سے 1966ء تک) کے ایک قدیم ساتھی حافظ نثار الدین احمد اب لندن سے منتقل ہو کر ڈھاکہ کے نواح میں ایک تعلیمی ادارے (شاہ ولی اللہ سنٹر) کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے آنے کی اطلاع دی تو وہ بعد از عشاء اپنے صاحبزادے کے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

میں جب لندن منتقل ہوا تو یہ حافظ صاحب ہی تھے جنہوں نے لندن ائرپورٹ پر میرا استقبال کیا اور پھر شیفرڈ بش کے علاقہ میں میری عارضی رہائش گاہ کا بندوبست کیا۔ وہ خود بٹیرسی کے علاقہ میں اپنا ایک مرکز قائم کر چکے تھے جہاں میرا بارہا جانا ہوا اور جب شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا لندن آنا ہوا تو حافظ صاحب نے اپنے فلیٹ میں انہیں مدعو بھی کیا تھا۔

ایک اور رفاہی تنظیم کے سربراہ سید شرف العالم بھی ملاقات کے لیے تشریف لائے، یوں یہ دن اپنی تمام مصروفیات کے ساتھ کے تمام ہوا۔

تیسرے دن میری واپسی تھی۔

رشید الزمان علی الصبح مسلم ایڈ کی منی بس لے کر حاضر ہو گئے تھے۔ ہم فلائٹ سے 6 گھنٹے قبل ہی ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو گئے تاکہ ان ہنگامی حالات میں کسی تاخیر کا شکار ہو جائیں تو سفر میں تعطل کا شکار نہ ہوں۔

ائرپورٹ پر ہمیں باہمی تبادلہ خیالات کے لیے اچھا وقت مل گیا۔ کراچی کی پرواز سے عرب اور غیر عرب مسلمانوں پر مشتمل ایک تبلیغی جماعت بھی ہمسفر رہی۔

سوا تین گھنٹے کی یہ فلائٹ تقریباً ایک ہزار میل پر محیط تھی، ہم وسطی ہند اور بھوپال کے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے کراچی پہنچے۔ اس مسافت میں بھارت کی حدود سے کراچی تک کا 242 میل کا فاصلہ بھی شامل ہے۔

کراچی میں ایم کیو ایم کے ایک کارکن کے قتل کی بنا پر ہڑتال کا سماں تھا، جس کا فائدہ ٹیکسی برادری نے خوب اٹھایا، اپنی اجرت کو دو آتشہ کر دیا۔

اور پھر کراچی میں ایک دن کے قیام کے بعد واپس لندن کی راہ لی اور یوں پاکستان کا یہ نجی سفر، بنگلہ دیش کے دفتری اور انتظامی امور کے ساتھ ایک یادگار سفر اختیار کر گیا۔



رسول اللہ ﷺ کا آخری پیغام ملت اسلامیہ کے نام

محمد عبدالرحیم خرم عمری جامعی

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ عمومی طور پر ساری انسانیت کے لئے اور خصوصی طور پر مسلمانوں کے لئے نمونہ و اسوہ حسنہ ہے، آپ کا بچپن بھی کائنات کے لئے مثالی ہے اور آپ کی جوانی بھی باعث عبرت و نصیحت ہے اور آپ کا نبوی دور کائنات کے لئے رہنمائی ور ہبری سے معمور ہے رسول اللہ ﷺ نے قدم قدم پر موقع موقع سے اہل ایمان کے لئے نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، آپ کی 23 سالہ نبوی زندگی میں مختلف قسم کے احکام و نصیحتیں آپ نے بیان فرمائے ہیں لیکن دو مواقع کی نصیحتیں تمام مسلمانوں کی رہنمائی و رہبری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، ایک تو حجۃ الوداع کی نصیحتیں اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت کی نصیحتیں، ان دونوں مواقع کی نصیحتوں پر مسلمان عمل کرلیں تو وہ کامیاب وکامران ہوجائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے آخری لمحات کا آغاز

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور کے آثار و علامات کا ظہور حجۃ الوداع ہی ہونے لگا اور اسی وقت سے آپ نے اہل ایمان کو پندو نصائح شروع کر دیا، ان آثار کو دیکھ کر بعض صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے بھی اندازہ لگالیا تھا کہ اب جدائی کا وقت قریب آرہا ہے، ان آثار کے ظہور کے ساتھ آپ ﷺ کے معمولات زندگی میں تبدیلی آنے لگی اور لمحہ بہ لمحہ آپ نے اہل ایمان کو مختلف تعلیمات دی ہیں۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے اختتام کا پہلا اثر یہ تھا کہ آپ نے رمضان المبارک سنہ 10 ہجری میں جو آپ کی حیات جاودانی کا آخری رمضان المبارک تھا اس میں آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا جبکہ آپ کے معمولات کے مطابق آپ دس دن ہی کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اسی طرح دوسرا اثر یہ تھا کہ

ہر سال رمضان المبارک میں جبرئیل امین ایک مرتبہ ہی قرآن مجید کا دور سنا کرتے تھے لیکن اس آخری رمضان لمبارک میں آپ سے دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا، اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر تیسرا اثر یہ ظاہر ہوا کہ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ

"مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد اپنے اس مقام پر تم لوگوں سے کبھی نہ مل سکوں۔"

اسی طرح آپ نے جمرہ عقبہ کے پاس فرمایا تھا کہ

"مجھ سے اپنے حج کے اعمال سیکھ لو کیونکہ میں اس سال کے بعد غالباحج نہ کرسکوں۔"

آپ ﷺ کی حیات جاودانی کے اختتام کا پانچواں اثر اس طرح ظاہر ہوا کہ آپ پر ایام تشریق کے وسط میں "سورۃ النصر" نازل ہوئی، اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے سمجھ لیا حیات جاودانی کا اختتام ہونے والا ہے۔

چھٹواں اثر اس طرح ظاہر ہوا کہ اوائل صفر سنہ 11 ہجری میں آپ دامن احد میں شہداء احد کے قبرستان تشریف لے گئے اور اس طرح دعا فرمائی گویا زندوں اور رمردوں سے رخصت ہو رہے ہیں دعا سے فارغ ہوکر آپ منبر پر فرکش ہوئے اور عوام سے خطاب فرمایا کہ

"میں تمہارا امیر کارواں ہوں، اور تم پر گواہ ہوں، بخدا میں اس وقت اپنا حوض (خوض کوثر) دیکھ رہا ہوں، مجھے زمین اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور بخدا مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے، بلکہ اندیشہ اس کا ہے کہ دنیا طلبی میں باہم مقابلہ کروگے۔" (متفق علیہ / الرحیق المختوم)

ساتواں اثر یوں ظاہر ہوا کہ "ایک روز نصف رات کو آپ بقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لئے ان الفاظ میں دعا فرمائی کہ "اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، لوگ جس حال میں ہیں اس کے مقابل تمہیں وہ حال مبارک ہو جس میں تم ہو، فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ایک کے پیچھے ایک چلے آرہے ہیں اور بعد والا پہلے والے سے برا ہے اس کے بعد یہ کہہ کر اہل قبور کو بشارت دی کہ ہم بھی تم سے آملنے والے ہیں۔" (الرحیق المختوم)

رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام

حیات طیبہ کے اختتامی آثار کے ظہور کے کچھ دنوں کے بعدماہ صفر سنہ 11 ہجری بروزدوشنبہ کو آپ ﷺ ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے، واپسی میں راستے ہی میں درد سر شروع ہوا اور حرارت تیز ہوگئی یہی آپ کے مرض الوفات کا آغاز تھا یہ صورتحال تیرہ یا چودہ دنوں تک جاری رہی مرض کی اسی کیفیت میں آپ نے گیارہ یوم تک نماز پڑھائی۔

حیات طیبہ کا آخری ہفتہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزارا وہ معوذات اور دیگر دعائیں پڑھ کر دم کرتیں اور برکت کی امید میں آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر پھیرتیں۔

حیات طیبہ کی وفات سے پانچ یوم قبل بروز چہارشنبہ آپ کی حرارت بخار میں شدت آگئی جس کے سبب تکلیف اور بڑھ گئی اور آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ آپ

نے فرمایا:

”مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے پانی بہاؤ تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر وصیت کر سکوں اور آپ ﷺ پر اتنا پانی ڈالا گیا کہ آپ ”بس بس“ کہنے لگے، آپ نے کچھ آرام محسوس کیا اور مسجد میں تشریف لے گئے منبر پر فروکش ہوئے اور بیٹھ کر خطبہ دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ارد گرد جمع تھے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف نصیحتیں کیں:

1۔ پہلی نصیحت: پہلی نصیحت آپ نے عقیدہ اسلامی کے متعلق کی کہ اس پر ثابت قدمی سے قائم رہنا کیونکہ یہود و نصاری اسی اعتقادی بگاڑ کے سبب ملعون قرار دئے گئے جن پر اللہ کا غصہ نازل ہوا کیونکہ انہوں نے انبیاء و صالحین کی قبروں کو عبادت کا مقام بنالیا تھا یہ ان کی بنیادی کمزوری تھی لہٰذا آپ نے بھی خدشہ محسوس کیا کہ کہیں میری امت ان کے نقش پر نہ چلے اسی لئے امت مسلمہ کو اولین نصیحت اسی بات کی کہ ”یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو۔ کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا۔“

ایک اور روایت میں ہے: ”یہود و نصاری پر اللہ کی مار ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”تم میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔“ (صحیح بخاری / موطا امام مالک)

بہت سے مقامات پر رسول اللہ ﷺ نے یہود و نصاری کی مخالفت کی اور امت کو بھی حکم دیا کہ یہود و نصاری کی مخالفت کرتے رہیں یہ مخالفت اعتقاد و عبادات و معاشرت کے مسائل میں گئی تاکہ مسلمان کبھی بھی ان کی متابعت نہ کریں۔

2۔ دوسری نصیحت: دوسری نصیحت یہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جانے ان جانے کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی تھی کہ جس کا بدلہ دیا جائے لیکن آپ نے لوگوں پر اپنے آپ کو پیش کیا کہ اگر کسی کا بدلہ و قصاص ہو تو وہ لے سکتا ہے اس موقع پر آپ نے فرمایا: ”میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہو تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے، وہ بدلہ لے لے، اور کسی کی بے آبروئی کی ہو تو یہ میری آبرو حاضر ہے وہ بدلہ لے لے۔“

اس واقعہ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ہر وہ مسلمان جسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب اس کی زندگی مختصر ہے تو وہ اپنے معمولات زندگی کی اصلاح کر لے اور باہمی حقوق کو ادا کر دے۔ اور اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جو ہلاکت خیز ہو یعنی اس بیماری کے سبب زندگی کا خاتمہ ہونے والا ہو تو مریض کو اس بیماری سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے اخروی معاملات کی اصلاح کر لے، توبہ واستغفار کر لے اور حقوق وغیرہ کی ادائیگی کر دے یا کسی بھی معاملے میں وصیت کرنا ہو تو وصیت کر سکے۔

3۔ تیسری نصیحت: آپ نے اپنے ذمہ کسی کا حق ہو تو اظہار کا مطالبہ کیا تو ایک شخص نے کہا کہ

”آپ کے ذمہ میرے تین درھم باقی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

”انہیں ادا کر دو۔“

یہاں امت مسلمہ کو اس بات کی تعلیم دی گئی کہ مسلمان کا خاتمہ بالخیر اس وقت ہو گا جب کہ وہ اپنی حیات ہی میں قرضے جات و بقائے جات کی تکمیل کر دے اپنے اوپر کسی کا بقایا یا قرض چھوڑ کر نہ مرے یہ اس کے حق میں بہتر ہے نہ جانے ہمارے وارثین یہ قرض وبقایا ادا کر سکیں یا نہ کر سکیں۔

4۔ چوتھی نصیحت: آپ ﷺ نے انصار کے متعلق نصیحت فرمائی کہ

”میں تمہیں انصار کے متعلق نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے قلب و جگر ہیں، انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا ان کے نیکوکار سے قبول کرنا اور ان کے خطاکار سے درگزر کرنا۔“

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار گھٹتے جائیں گے، یہاں تک کہ کھانے میں نمک کی طرح ہو جائیں گے، لہٰذا تمہارا جو آدمی کسی نفع یا نقصان پہنچانے والے کام کا والی ہو تو وہ ان کے نیکوکاروں سے قبول کرے اور ان کے خطاکاروں سے درگزر کرے۔“ (صحیح بخاری) بلاشبہ انصار نے رسول اللہ ﷺ پر اپنی جان و مال، ہر ہر چیز کو قربان کیا، کسی بھی قسم کی قربانی میں تأمل نہ کیا۔ اس سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ایسی شخصیات و خاندان و قبائل جو دین اسلام کی اشاعت میں سربکف رہیں ان کے اقدار کی پابندی ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ ان کی قربانیوں کو فراموش کر دیا جائے اور ان کی نسلوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ بلاشبہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم و خلفائے راشدین نے اس کا مکمل پاس ولحاظ رکھا۔

5۔ پانچویں نصیحت: رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری وقت میں بھی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسان کو ملحوظ نظر رکھا اور فرمایا:

”مجھ پر اپنی رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ صاحب احسان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، لیکن (ان کے ساتھ) اسلام کی اخوت و محبت (کا تعلق) ہے، مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے لازما بند کر دیا جائے، سوائے ابو بکر کے دروازے کے“ (متفق علیہ)

اس حکم میں مروت و شفقت ہے جس کا صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے خاص خیال رکھا کیونکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والے، سب

سے پہلے واقعہ معراج کی تصدیق کرنے والے، ہجرت کا آغاز آپ کے مکان سے کیا گیا، ہجرت کے وقت آپ کی سواریاں استعمال کی گئیں، ہجرت کے وقت آپ کے گھر سے توشہ تیار کیا گیا، ہجرت کے سارے انتظامات وتدبیریں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیں، غار ثور میں رسول اللہ ﷺ کی معیت اختیار کی، اپنے گھر کا سارا اثاثہ نبی کے قدموں میں ڈال دیا، اپنی دختر نیک اختر کو رسول اللہ ﷺ کے عقد نکاح میں دیا، الغرض ایسی بہت سی قربانیاں ہیں جس کی قدردانی آخری وقت میں بھی رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔

6۔چھٹی نصیحت: وفات سے 4 دن قبل آپ ﷺ نے ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کا دائمی نوشتہ لکھنا چاہا لیکن وہ شور شغب کی نظر ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا:"لاؤ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اس وقت گھر میں کئی افراد موجود تھے جن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے کہا: آپ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے بس اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے، اس پر گھر کے اندر موجود لوگوں میں اختلاف پڑ گیا اور وہ جھگڑ پڑے، کوئی کہہ رہا تھا لاؤ، رسول اللہ ﷺ لکھ دیں اور کوئی وہی کہہ رہا تھا جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، اس طرح لوگوں نے جب زیادہ شور وشغب اور اختلاف کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس سے اٹھ جاؤ"۔(متفق علیہ)

آپسی اختلاف و انتشار کے سبب ملت اسلامیہ نسخہ اتحاد سے محروم رہ گئی اور اب ملت اسلامیہ کو تاقیامت کوئی چیز متفق ومتحد نہیں کر سکتی اور یہ ایک سچی حقیقت ہے، اب یہ امت فقہی مباحث، مسلکی تنافر کا شکار ہی رہے گی پھر بھی ایک نسخہ اتحاد قرآن وحدیث کی شکل میں موجود ہے اس کو تھام لیں تو اتحاد باقی رہے گا۔ لیکن افسوس کہ قرآن وسنت کا دعوی کرنے والے بھی حسد، بغض وعداوت و تفوق علمی کا شکار ہو کر آپس میں دست وگریباں ہیں، جو لوگ اس وقت امت وحدہ کا تصور پیش کر رہے ہیں در اصل وہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپس میں اتحاد چاہتے ہو تو آؤ قرآن و سنت کی طرف۔ اس کے علاوہ کوئی نسخہ اتحاد نہیں ہے۔

7۔ساتویں نصیحت: اپنی وفات سے 4 یوم قبل آپ نے ان تین باتوں کی ملت اسلامیہ کو نصیحت فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہود و نصاری اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے اور دوسری نصیحت اس بات کی کی کہ "وفود کی اسی طرح نوازش کرنا جس طرح آپ کیا کرتے تھے۔"

اور تیسری نصیحت کو راوی بھول گئے غالبا یہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی تھی یا لشکر اسامہ کو نافذ کرنے کی وصیت تھی یا آپ کا ارشاد یہ تھا کہ نماز اور تمہارے زیر دست یعنی غلاموں اور لونڈیوں کا خیال کرنا۔"(الرحیق المختوم)

لیکن افسوس کہ موجودہ زمانے کے عربوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس نصیحت کو فراموش کر دیا عرب کی بستیوں میں اب یہود بھی آباد ہو رہے ہیں اور مشرکین کی عبادت گاہیں بھی تعمیر کی جارہی ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کے مطلق خلاف ہے، آزادی فکر کے نام پر رسول اللہ ﷺ کی وصیتوں کا گلا گھونٹا جارہا ہے اہل عرب کو اس جانب تنبیہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے پاکباز صحابہ نے انتہائی جدوجہد و قربانیوں کے ذریعہ جزیرہ عرب کو شرک والحاد سے پاک کیا تھا۔

8۔آٹھویں نصیحت: رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے بالکل آخری حصے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی اور ایک موقع پر وہ رو پڑیں اور ایک موقع پر ہنس پڑیں اس سرگوشی کی وضاحت یوں فرمائی کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ "آپ ﷺ اسی مرض میں وفات پائیں گے اس لئے میں رو پڑی، پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اہل وعیال میں سب سے پہلے میں آپ ﷺ کے پیچھے جاؤں گی، اس پر میں ہنس پڑی۔"(صحیح بخاری)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کو بہت زیادہ عزیز تھیں آپ ان سے بہت محبت کیا کرتے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے اس موقع پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کی بشارت بھی دی تھی کہ "آپ ساری خواتین عالم کی سیدہ(سردار) ہیں۔"(رحمۃ للعالمین)

اسی لئے امت مسلمہ کو بھی چاہئے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے انتہا محبت رکھے آپ کی کسر شان میں کوئی گفتگو نہ کی جائے اور جو بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین کا مرتکب ہو گا تو اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے اور اس سے توبہ کروائی جائے۔

9۔نویں نصیحت: رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے بالکل آخری حصے میں جنت کے سرداران سیدنا حسن بن علی، سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انھیں چوما اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت فرمائی۔"

برا ہو ان لوگوں کا جو جنت کے سرداروں کی توہین کے مرتکب ہوئے اور اہل بیت الاطہار کی عظمتوں کو پامال کیا ان پر تاقیامت لعنت کا نزول ہو گا اور وہ اپنے کئے پر آہ وبکا کرتے ہی رہیں گے، ذلت ورسوائی ان کا مقدر ہو گی قیامت تک کی تاریخ ان کا پیچھا کرتے رہے گی انھیں بھلایا نہیں جائیگا۔

10۔دسویں نصیحت: رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے بالکل آخری حصے میں آپ کو اس یہودن کی جانب سے دئے جانے والے زہر کا اثر تیز ہونا شروع ہوا اور آپ کی تکلیف میں اضافہ ہوتا رہا

اور آپ کی رگ جاں کٹی جارہی تھی اس موقع پر آپ نے امت مسلمہ کو نصیحت فرمائی کی:
«الصلاۃ الصلاۃ وماملکت ایمانکم»
نماز، نماز اور تمہارے زیر دست۔"(خادمین، لونڈی وغلام) آپ نے یہ الفاظ بار بار دہرئے۔"(صحیح بخاری)

اسی بیماری کے ایام میں آپ نے امامت کو ترک نہ کیا، جب بیماری شدید ہوگئی تو آپ ﷺ نے نماز ترک نہ کیا، لیکن افسوس کہ آج امت مسلمہ نے سینکڑوں مساجد تعمیر کرلیں لیکن ہماری مساجد نمازیوں سے خالی ہیں۔ کس طرح سے آج کا مسلمان رسول اللہ ﷺ کی نصیحتوں سے روگردانی کررہاہے، محبت رسول اب صرف جذباتی نعروں اور شور شغب اور جلوسوں کا نام رہ گیاہے۔

مسلمانو! اگر تم حقیقت میں اپنے نبی سے محبت کرتے ہو تو مساجد کو پنج وقتہ نمازوں سے آباد کردو تو تمہارے اندر زندگی کی جولانی واپس آئے گی۔ یہ وہ پند ونصائح تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے امت مسلمہ نام معنون کیاہے۔

بالآخر آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی جسے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا آپ کو مسواک دی گئی آپ نے اچھی طرح مسوک کیا، نزع کی تکلیف وشدت کے سبب آپ بار بار پانی میں ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرے پر انوار پر ملتے اور آپ کی زبان پر کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا ورد ہوتا اور ساتھ میں فرماتے کہ موت کے لئے سختیاں ہیں۔"(صحیح بخاری)

مسواک سے فارغ ہوئے اور آپ نے اپنا ہاتھ یا انگلی اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے دونوں ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے:
"نبیوں و شہداء، اور صالحین کے ہمراہ جنہیں تونے انعام سے نوازا، اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلی میں پہنچا دے۔ اے اللہ! رفیق اعلی۔(صحیح بخاری)

یہ فقرہ تین مرتبہ دہرایا اور آپ کا دست مبارک جھک گیا-إنا لله وإنا إليه راجعون

یہ واقعہ 12 ربیع الاول سنہ 11 ہجری کو چاشت کے وقت پیش آیا اس وقت نبی ﷺ کی عمر 63 سال 4 دن ہوچکی تھی۔

تمام صحابہ پر غم طاری ہوا اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زبان سے غم کے یہ الفاظ صادر ہوتے رہے:
"ہائے ابا جان! جنھوں نے پرودگار کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے، ہائے ابا جان! ہم جبرئیل کو آپ کی وفات کی خبر دیتے ہیں۔"(صحیح بخاری)

دوسری جانب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اوسان خطاء ہوگئے اور ننگی تلوار لے کر کہنے لگے کہ
"ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے جو سمجھتے ہیں کہ آپ وفات پاچکے ہیں۔"(ابن ہشام)

ادھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینا چھوڑ دیا جب ان سے کہا گیا کہ بلال اذان کیوں نہیں دیتے تو سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں "محمد الرسول اللہ" کہہ کر کس کے چہرے پر انوار کو دیکھوں گا۔"

الغرض یہ رسول اللہ ﷺ کے آخری لمحات تھے۔ ملت اسلامیہ اس سے نصیحت حاصل کرے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچتی رہے۔ وماتوفیقی الا باللہ۔

☆☆☆

رجب کے کونڈے

ماہ رجب کی بدعات میں کونڈے بھرنے کی رسم بھی شامل ہے۔ جس کے لئے 22 رجب کا دن خاص کیا گیا ہے۔ اس کے پس منظر میں مختلف واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک جعفر صادق اور لکڑہارن کا واقعہ بھی ہے۔ اس میں ہے کہ جعفر صادق نے لکڑہارن سے کہا کہ جو بھی آج (یعنی 22 رجب کے روز) میرے نام کے کونڈے بھر کر تقسیم کرے گا اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی ورنہ روز قیامت میرا گریبان پکڑلینا، چنانچہ لکڑہارن نے کونڈے بھرے تو اس کی حاجت پوری ہوگئی۔(داستان عجیب از مولانا محمود الحسن)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ قصہ ہی من گھڑت ہے کیونکہ اس کا ذکر کسی بھی مستند ماخذ میں موجود نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ 22 رجب یا کسی بھی دن کی خاص فضیلت کا تعین رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی کرہی نہیں سکتا اور یہ واقعہ اگر بالفرض صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی عہد رسالت سے صدیوں بعد کا ہے۔ اور دین عہد رسالت میں مکمل ہوگیا تھا۔ بعد کا اضافہ دین شمار نہیں ہوگا بلکہ اسے دین میں بدعت اور گمراہی کہا گیاہے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے
«كُلّ مُحْدَثة بِدْعةٌ وَكُلّ بِدْعةٍ ضَلَالةٌ»
"دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"(صحیح الجامع الصغیر للألبانی:1353)

تیسری بات یہ ہے کہ یہ رسم شیعہ حضرات کی ایجاد معلوم ہوتی ہے کیونکہ جعفر صادق کا قصہ تو ثابت نہیں البتہ یہ ثابت ہے کہ 22 رجب کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (بزرگ صحابی رسول کاتب وحی اور خلیفۃ المسلمین) کی وفات ہوئی تھی اور شیعہ حضرات کو ان سے جو بغض وعناد ہے وہ سب پر عیاں ہے اس لئے وہ ان کی وفات کے روز بطور جشن میٹھی اشیا تقسیم کرتے لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ یہ رسم سنیوں میں بھی عام ہونی چاہئے تو جعفر صادق کا من گھڑت قصہ چھپوا کر ان میں تقسیم کرادیا اور یوں یہ رسم عام سے عام ہوتی چلی گئی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ 22 رجب کے روز کونڈے بھرنے والی رسم خود ساختہ اور جاہلانہ ہے جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔



شہر القدس (یروشلم) کے باسیوں کی حالت

سب رفقاء سمیت یروشلم (Old City) کی تاریخی مگر تنگ گلیوں میں نکل کھڑے ہوئے۔ گلیاں بے شک اونچی نیچی ہیں، ٹیڑھی میڑھی ہیں لیکن صاف ستھری ہیں۔ سب گلیوں میں سفید چکنا پتھر بڑی بڑی ٹائلوں کی شکل میں لگا ہوا ہے جس پر بڑے احتیاط سے چلنا پڑتا ہے ورنہ پاؤں پھسلنے میں دیر نہیں لگتی۔ پتہ نہیں یہ پتھر کہاں سے لایا گیا اور اتنا چکنا کیوں یہاں لگایا گیا۔ یروشلم کی یہ گلیاں اترائی کی جانب جا رہی ہیں جہاں بیس تیس گز نیچے مسجد اقصیٰ کے دروازے ہیں۔ مسجد اقصی کو عبور کرو تو نیچے والا علاقہ پہاڑ کی بالکل اترائی میں ہے۔ اس جانب کے دوکاندار عموماً فلسطینی ہیں، جو دوکانوں کے اندر بیٹھے گاہکوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ باہر فٹ پاتھوں پر غریب فلسطینی عورتیں تھوڑی تھوڑی سی سبزیاں، فروٹ یا عام استعمال کی چیزیں زمین پر بچھائے بیٹھی بیچ رہی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ بازار میں چلتے پھرتے یہودی فورسز کی طرف بھی نگاہ رکھے ہوئے ہیں پتہ نہیں کس وقت کوئی آفت ٹوٹ پڑے، کوئی ہنگامہ ہو جائے، کہیں فائرنگ شروع ہو جائے۔ ان فلسطینیوں کے چہروں پر بیچارگی، آنکھوں میں فریاد مگر معمولات میں تسلسل وصلابت سے لگتا ہے کہ ان کے لیے کچھ بھی غیر متوقع نہیں ہے کیونکہ اس طرح کے ہنگامے آئے دن کا معمول ہیں۔ یہ تو حالت تھی فلسطینیوں کی جو اس زمین کے باسی ہیں۔ جنہیں اپنے ہی وطن میں اجنبی بنا دیا گیا ہے۔ لیکن قابض یہودیوں کی حالت فلسطینیوں کی نسبت زیادہ قابل رحم ہے۔ وہ بھی ڈرے ڈرے سہمے سہمے رہتے ہیں، ہر آن ان کی آنکھیں چہار جانب گھومتی رہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ گروہ در گروہ ہو کر چلتے ہیں اور ہر وقت خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھتے رہتے ہیں مبادا کوئی مظلوم فلسطینی ان پر حملہ کر دے۔ یعنی قابض و مقبوض ظالم و مظلوم اور غاصب و مغصوب دونوں ہی خطرات سے دوچار رہتے ہیں۔

اس پہلو سوچیں تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارا قبلہ وکعبہ پرامن بنا دیا ہے:

﴿ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾

جو بیت اللہ میں داخل ہو گیا وہ امن میں داخل ہو گیا) جبکہ "بیت المقدس" کی ہزاروں سال کی تاریخ قابضین اور مقبوضین کے مابین چپقلش سے عبارت ہے۔ اسلام سے پہلے بھی کئی بار تباہ ہوا۔ دو دفعہ کا ذکر تو سورہ بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔ اور اسلام کی آمد کے بعد بھی اس علاقے میں کافی چپقلش رہی جس کی طرف ہم نے کئی دفعہ اشارہ کیا۔ دنیا بھر کی گدھیں یہاں حملہ آور ہوتی رہی ہیں اور کبھی بھی ایک خاص وقت سے زیادہ یہ علاقہ پر امن نہیں رہا۔ لیکن حجاز مقدس میں بیت اللہ کی وجہ سے امن رہا بہت کم ایسا ہوا کہ راستے غیر محفوظ ہو گئے لیکن بالعموم مثالی امن وامان ہی رہا۔ پچھلے سو سال سے تو دولت توحید سعودیہ کی حکومت نے تو امن و امان قائم کرنے میں پچھلی ساری تاریخ میں منفرد مقام حاصل کیا ہے۔ بیت المقدس کے علاقے میں آکر انسان ہر وقت خطرہ محسوس کرتا ہے لیکن بیت اللہ کی فضاؤں میں پہنچ کر انسان کو سکون مل جاتا ہے اور اس کی زبان پر یہ آیت تیرنے لگ جاتی ہے۔

الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ

باب دمشق سے کچھ دور نسبتاً کھلا علاقہ ہے۔ جہاں سیدنا داؤد علیہ السلام سے متعلقہ کئی یادگاریں تھیں داہنی جانب داؤد محل بھی تھا جس کا تعارف ہم جلد کروائیں گے۔ اس وجہ سے یہاں یہودیوں کا مجمع لگا ہوا تھا۔ چونکہ ان کی دیوار گریہ (عبادتگاہ) بھی اسی علاقے میں ہے اس لیے چاروں طرف یہودی ہی یہودی نظر آ رہے تھے۔ جو اپنی مخصوص ٹوپیوں اور خوفزدہ اداؤں سے پہچانے جاتے ہیں۔

مسجد عمر کا وزٹ اور سلطان صلاح الدین کی تصویر

یوں چلتے چلتے ہم مسجد عمر فاروق پہنچ گئے۔ ظہر کی جماعت ہو چکی تھی ہم نے وضو بنایا اور نماز ظہر وعصر جمع کر کے ادا کیں۔ اتنی دیر میں باقی ماندہ نمازی بھی جا چکے تھے۔ لیکن ہم اپنے قافلے سمیت کچھ دیر اسی تاریخی مسجد میں ٹھہرنا چاہتے تھے۔ تاکہ اسے اندر سے اچھی طرح دیکھا جا سکے۔ خواتین پچھلے حصے میں چلی گئیں اور ہم محراب والے حصے میں۔ مسجد اگرچہ بہت قدیمی ہے لیکن صفائی ستھرائی میں قابل رشک تھی۔ ہم نے محراب کو اچھی طرح دیکھا بھالا۔ اسی مسجد کے ٹائم ٹیبل اور صحن مسجد میں لٹکے ہوئے معاہدہ "عمریہ" کی تصاویر کیمرے میں بطور یادگار محفوظ کر لیں۔ میں نے اس معاہدہ کی عبارت پڑھ کر سنائی۔ اس کا ترجمہ بھی بتایا۔ چلتے چلتے ہم مسجد کے بغلی حجرے میں چلے گئے جہاں ایک معمر فلسطینی بزرگ مطالعہ میں مشغول تھے۔ سلام و دعا کے بعد تعارف

ہوا۔ انہوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ یہاں کے حالات سے آگاہ کیا۔ اچانک میری نظر کتابوں والی الماری میں کافی قدیمی فریم میں ایک پر جلال و پر شکوہ تصویر پر پڑی۔ جس نے شاہی تاج اور شاہی لباس پہن رکھا تھا۔ میرے ذہن میں خیال لپکا کہ ہو نہ ہو یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی تصویر ہو۔ جب میں نے قریب سے دیکھا تو باریک سے قلم کے ساتھ لکھا تھا "مجاہد اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی" میں بہت حیران ہوا اور خوش بھی۔ میں نے وہاں موجود بزرگ سے اس تصویر کو اچھی طرح دیکھنے کی استدعا کی جسے انہوں نے بڑی خوشدلی سے منظور کر لیا اور چابیوں کا گچھا اٹھایا اور اس پرانی الماری کو کھولا اور تصویر والا فریم میرے ہاتھ میں تھمادیا اور کہا کہ یہ صدیوں پرانی تصویر ہے حتمی طور پر اس کی تاریخ مجھے معلوم نہیں جو تاریخ لکھی ہوئی ہے وہ امتداد زمانہ سے مٹی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سلطان کی اصل فوٹو ہے جو اس دور کے فن کاروں نے تیار کی تھی۔ میں نے ان سے اس کا فوٹو اتارنے کی اجازت مانگی انہوں نے اجازت تو دیدی لیکن کہا کہ آپ پہلے آدمی ہو جو اسے حجرے سے باہر لیجا رہے ہو ورنہ آج تک اسے باہر نہیں لیجایا گیا۔ بہر حال میں اس تاریخی تصویر کو پاکر بہت خوش ہوا اور شاید تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ تصویر منظر عام پر آنے کا ذریعہ بنا۔ اس سے پہلے آپ نے کبھی یہ تصویر نہیں دیکھی ہوگی بلکہ کسی جگہ میں بھی یہ فوٹو دستیاب نہیں ہے۔ میں نے سوشل میڈیا کے ذریعے اس تصویر کو عام کرنے کا اعلان کر دیا تب بے شمار لوگوں نے انباکس میں اسے طلب کیا اور میں نے اسے اگلے دن اسے اپ لوڈ کر دیا۔ بہر حال اس تاریخی مسجد کا تھوڑا سا تعارف بھی کروادوں۔ اس مسجد میں معاہدہ عمریہ کی دستاویز بھی موجود ہے۔

دور فاروقی میں فتح بیت المقدس کی ایمان افروز داستان

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں کفر و شرک میں ڈوبا ہوا کرہ ارض اسلام کے نور سے منور ہو رہا تھا۔ شدہ شدہ نور ربانی کی کرنیں یروشلم پر بھی پڑنی شروع ہو گئیں جو اس وقت رومیوں کے زیر تسلط تھا۔ اسلامی افواج شام و عراق کو فتح کرتی ہوئی یروشلم پہنچ گئیں، یہاں رومیوں کی حکومت تھی۔ چنانچہ دربار خلافت سے ان مشرکین کی سرکوبی کے لیے ایک خصوصی لشکر امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی کمان میں شام اور القدس بھیجا گیا۔ ان کی اعانت کے لیے دوسرا لشکر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، تیسرا لشکر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور چوتھا لشکر سیدنا شرحبیل بن حسنہ کی قیادت میں پہنچا اور ان چاروں لشکروں نے پورے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جو 6 ماہ تک جاری رکھا۔ جس سے تنگ آکر رومی گورنر نے لاٹ پادری صفریانوس کے مشورہ سے کہا میں امیر المومنین کو چارج دینے کے لیے تیار ہوں اگر وہ خود تشریف لائیں، تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود یروشلم تشریف لے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لاٹ پادری صفریانوس نے پہلی آسمانی کتابوں میں فاتح بیت المقدس کی صفات پڑھی تھیں اور اسے امیر المومنین کی ذہانت و فطانت شجاعت و ریاضت کی خبریں برابر مل رہی تھی۔ اس نے اپنی کتاب کی پیشگوئیوں کے سچ کو آزمانے کی خاطر یہ شرط عائد کی تھی کہ اگر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنفس نفیس تشریف لائیں تو القدس ان کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ امیر المومنین نے خلافت سنبھالنے سے لے کر اب تک بیرونی دنیا کا کوئی سفر نہیں کیا تھا لیکن بیت المقدس کی خاطر انہوں نے اس کا ارادہ بھی کر لیا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نائب خلیفہ بنایا اور خود مختصر سا قافلہ لیے آپ اس سفر پر روانہ ہوگئے۔ طارق بن شہاب، اور اعمش وغیرہ کی روایت جسے متدرک حاکم میں نقل کیا گیا ہے۔ علی شرط الشیخین (بخاری و مسلم) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام اور ایک اونٹنی پر سوار چلے۔ کچھ راستہ غلام اونٹنی پر بیٹھتا اور کچھ دور تک امیر المومنین جب بیت المقدس قریب آگیا تو اب غلام کی باری تھی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ سوار ہو جائیں لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سوار کرا دیا۔ 1500 کلو میٹر کا سفر طے کرنے کی وجہ سے ان کے کپڑے میلے ہوگئے تھے۔ کرتے پر متعدد پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ کے استقبال کو آنے والے اجل صحابہ اور عالم اسلام کے نامور سپہ سالاروں نے عرض کیا کہ بادشاہوں والی پوشاک زیب تن کر لیجئے تاکہ ہمارا رعب ان عجمیوں پر چھاسکے۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فاروق نے یہ کہہ کر ان کی درخواست مسترد کر دی کہ اللہ نے ہمیں عزت اسلام کی وجہ سے عطا کی ہے شاہانہ ملبوسات کی وجہ سے نہیں۔ جب بھی ہم اسلام کے سوا کسی اور عمل میں عزت ڈھونڈیں گے تو اللہ ذلیل کر ڈالے گا۔ خاص طور پر سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا جس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہوگئے فرمایا ابو عبیدہ کاش یہ بات تم نہ کہتے:

"لوغيرك قالها يا أباعبيده نحن قوم أعزها الله بالإسلام فإذا ابتغينا عزا بغير الإسلام أذلنا الله"

"اور سچی بات ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بالکل ٹھیک فرمایا تھا۔ اس پیوند لگے کرتے اور بوسیدہ لباس کے باوجود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبے کا عالم یہ تھا کہ ان کے سامنے منہ کھولتے وقت عالم کفر کی ماں مر جاتی تھی۔ میرے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا: عمر جس گلی سے گزر جاتا ہے شیطان اس گلی سے گزرنے کی ہمت نہیں رکھتا آج بھی اس ہستی کا نام سن کر کفر و نفاق پانی بھرنے لگ جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت شناس غیر مسلم سفیر نے امیر المومنین کو

مدینہ سے باہر جنگل میں ریت پر مطمئن سوتے ہوئے دیکھ کر بولا:

واہ عمر! تم نے عدل کیا اور امن قائم کیا۔ اس لیے ٹھنڈی ریت پر مطمئن نیند آگئی ہمارے بادشاہوں نے ظلم کیا تو انہیں مخمل کے بستروں پر بھی نیند نہ آئی۔ عدلت فامنت ونمت۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا استقبال کرنے والا لاٹ پادری صفریانوس

فتح بیت المقدس کے موقع پر یروشلم کے کنیسۃ القیامہ میں عیسائیوں کے لاٹ پادری صفریانوس (Sophronius of Jerusalem) اور عمائدین روم نے یروشلم آمد پر امیر المومنین کا استقبال کیا اور بغیر کسی مزاحمت کے شہر یروشلم کی چابیاں آپ کے حوالے کر دیں اور عیسائی عوام اور ان کی عبادتگاہوں کے لیے امن طلب کی۔ آپ نے بتادیا کہ اسلام میں کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ کو بلا وجہ منہدم کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اس کا اصرار ہوا کہ ہمیں امان نامہ لکھ کر دیا جائے۔ تو امیر المومنین نے وہ معاہدہ تحریر کر دیا۔ جسے العہدۃ العمریہ کہا جاتا ہے، یہ لاٹ پادری صفریانوس 560ء تا 638ء) عربی النسل تھا۔ دمشق میں پیدا ہوا۔ اس نے مصر میں 580 میں رہبانیت اختیار کی تھی اور پھر بیت اللحم میں تھیوڈوسس کی خانقاہ میں چلا گیا۔ پھر یروشلم کا لاٹ پادری بنا۔ اس نے ایشیائے کوچک، مصر اور روم کے خانقاہی مراکز کا سفر کیا تھا۔ اس کے ساتھ بازنطینی وقائع نگار بشپ جان بھی تھا۔ اس نے چند کتابیں بھی لکھی ہیں۔

Leimon of John Moschus

Synodical Letter

Christian-Muslim Relation, a Bibliographical History

(مسیحی مسلم تعلقات۔ ایک کتابیاتی تاریخ۔

Holy Baptisam of Epiphany

یہ خطبہ 637ء میں عبرانی زبان میں لکھا گیا تھا جس میں وہ مسلمانوں کو خدا سے نفرت کرنے والے اور بدلہ لینے والے کہتا ہے۔ وہ سامعین کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ

"یہ سب کچھ ہمارے رویے کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ درحقیقت ہم خود ان سب باتوں کے ذمہ دار ہیں اور آخرت میں ہمارے دفاع میں کوئی لفظ بھی نہیں کہا جائے گا۔"

یہ کتاب یونانی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس میں جہاں مسیحیت کے اختلافات کا ذکر ہے وہاں دوسری طرف محمد (ﷺ) اسلام اور مسلمانوں کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ الزام عائد کرتا ہے کہ مسلمانوں نے قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ امیر المومنین کے بارے میں پادری صفریانوس نے بہت کچھ سنا تھا اور اپنی مذہبی کتابوں میں فاتح بیت المقدس کی نشانیاں پڑھی ہوئی تھیں انہیں بنفس نفیس دیکھنا چاہتا تھا جب امیر المومنین تشریف لائے تو اس نے وہ پیشین گوئیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یہ امیر المومنین سے بہت متاثر ہوا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی درخواست پر معاہدہ لکھا اور اس دستاویز پر بطور گواہ تاریخ اسلام کے عظیم کمانڈروں سپہ سالار اعظم سیدنا خالد بن ولید، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اور علاقہ شام کے گورنر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان اور یکے از عشرہ مبشرہ مشہور صحابی عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کے دستخط لیے۔

اس معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ تمہاری کنیساؤں اور عبادت گاہوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ تمہاری جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ پادری صفریانوس یروشلم میں 638 میں فوت ہوا۔ معاہدہ العمریہ کی دستاویز جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اسلامی رواداری کی انوکھی مثال تھی کہ فتح کے وقت یہاں صرف عیسائی تھے یہودیوں کا یہاں کوئی نمائندہ تھا، نہ یروشلم کے لوگوں میں ان کا اثر ورسوخ، لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی غیر موجودگی میں بھی انہیں شریک معاہدہ کر لیا حالانکہ رومیوں کی طرف سے یہود پر پابندی تھی کہ وہ بیت المقدس کی صرف زیارت کر سکتے ہیں یہاں ٹھہر سکتے ہیں نہ یروشلم میں مقیم ہو سکتے ہیں۔ لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں یہاں رہنے کا حق بھی دے دیا۔۔۔اور۔۔۔ آج اسی عالم یہود نے نہ صرف مسجد اقصیٰ پر قبضہ کیا ہوا ہے بلکہ پورے فلسطین پر اپنے خونی پنجے گاڑ رکھے ہیں۔

برسات میں گھر جلنے کا تماشا

اس معاہدے کی مسلمانوں کے تمام سپہ سالاروں نے ہمیشہ پاسداری کی، غیر مسلم کے مذاہب اور ان کی عبادتگاہوں کا احترام کیا لیکن اس کے جواب میں غیر مسلموں نے موقع ملتے ہی مسلمانوں کی عبادت گاہیں توڑیں ایک طرف، خود مسلمانوں کا نام ونشان مٹا ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہندوستان میں 400 سالہ پرانی بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ سپین واندلس میں اسلامی یادگاروں کو چن چن کر مٹا دیا گیا۔ فن تعمیر کا نادر نمونہ مسجد قرطبہ کی ہیئت تک بدل دی گئی۔ آج وہاں اذان دی جا سکتی ہے نہ 2 رکعت ادا کرنے کی اجازت۔ سرزمین اندلس سے مسلمانوں کا نام ونشان ختم کر دیا گیا۔ ان کی لائبریاں جلادی گئیں، ان کی مقدس کتاب قرآن کریم، اس کی بے شمار ضخیم تفاسیر، کتب احادیث ان کی تشریحات، کتب فقہ مالکی اور اسلامی لٹریچر کو دریا برد کر دیا گیا۔ آج بھی ہالینڈ میں رسول رحمت کے خاکوں کا توہین آمیز مقابلہ کروایا جاتا ہے اور پادری قرآن جلانے اور اس کی بے حرمتی کرنے کے لیے کمپٹیشن کی کھلے عام تاریخیں

دیتے ہیں۔ روس میں 70 سال تک اسلام کے نام پر پابندی رہی۔ ترکی سے خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کر دیا گیا اور مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں عربی زبان، قرآن اور تمام اسلامی لٹریچر اور اسلامی شعائر عیدین کی ادائیگی ممنوع قرار دے دی گئی۔

نہ مصطفیٰ، نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی
از ما بگو سلامی آں ترک تند خورا
کہ آتش زد از نگاہی یک شہر آرزو را

(اس تند خو ترک (اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا) کو دور رکھو۔ جس نے اپنی ایک نگاہ سے ہمارے ایک آرزوؤں بھرے شہر آرزو میں آگ لگا دی) مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی تو صدیوں سے ہوتی آ رہی ہے، اس سب کے باوجود دہشت گردی کا الزام امت اسلام پر ہی لگایا جاتا ہے۔ برعکس نام نہند زنگی کافور را ۔۔۔ چنانچہ اسی دوران میں جب نماز کا وقت آیا تو لاٹ پادری صفریانوس نے مشورہ دیا کہ آپ چرچ ہی میں نماز پڑھ لیں لیکن سیدنا و امامنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہاں نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا کہ مبادا بعد میں مسلمان اس چرچ پر اپنا حق جتائیں کہ امیر المومنین نے یہاں نماز ادا کی تھی لہذا یہ چرچ کی جگہ ہمارا ورثہ ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز کے لیے چرچ سے باہر نکلے اور چند گز دور ایک جگہ صاف کروا کے وہاں نماز ادا کی۔

مسلمان حکمرانوں کی نماز سے غفلت

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے نماز کی اہمیت اور حکمرانوں کے لیے اس کی پابندی کرنے کا امر بھی عیاں ہوتا ہے کہ اس سفر میں جہاں بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گئے وہاں انہوں نے نماز کے وقت کا خیال کیا اور بلا تاخیر نماز ادا کی۔ آج مسلمان حکمرانوں کی بد قسمتی کہ انہیں نماز سے غرض ہے نہ اس کا اہتمام کی عادت بلکہ انہیں نماز پڑھنا ہی نہیں آتی۔ سعودی عرب کا بادشاہ سلیمان بن عبد العزیز امریکی صدر باراک اوباما کا استقبال چھوڑ کر اللہ احکم الحاکمین کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لیے چلا جائے تو لوگ اسے بنیاد پرست کہیں۔ حالانکہ کم از کم ان سعودی حکمرانوں نے اسلام کی لاج تو رکھی ہوئی ہے۔ جنہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کی یاد تو تازہ کر دی۔ ہمارے جاہل اور لادین حکمران تو ان امریکی حکمرانوں کے سامنے اللہ و رسول کا نام لینے کی جرات بھی نہیں کر سکتے نماز کہاں پڑھیں گے؟ موجودہ حکمرانوں کو ہی لے لیجئے انہیں نماز تو کیا کلمہ اسلام تک نہیں آتا ساری دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کیے ہوئے ہیں، آکسفورڈ اور کیمبرج کے تعلیم یافتہ ہیں لیکن سورہ فاتحہ تک نہیں پڑھ سکتے۔ مزاروں پہ سجدے کسی کی اقتدا میں تو کر لیں گے لیکن اللہ احکم الحاکمین کے سامنے جھکنے کا سلیقہ نہیں آتا، بیرسٹری و وکالت میں تو کمال حاصل ہے، دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک کے اٹارنی جنرل اور وزیر قانون بن جائیں گے لیکن "قل ھو اللہ احد" کی تلاوت نہیں کر سکتے۔ جالب کا کلام ہکلائے بغیر گا لیں گے۔ رشدی کے گانے گنگنا لیں گے۔ لیکن سورہ کوثر جو قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت ہے وہ مکمل نہیں کر سکتے۔ بتائیے اس قدر غفلت و جہالت کا عالم ہے، تو عالم اسلام پر برکتیں کیسے نازل ہوں۔ سورہ الحج میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکمرانوں کا منصب یہ بیان کیا ہے کہ وہ نماز قائم کرواتے اور زکوۃ وصول کرتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں۔

﴿ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴾

بقول حکیم الامت علیہ الرحمہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
آج تم خوار ہوئے ہو تارک قرآں ہو کر
خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی
تو در بغل داری کتاب زندہ ای
چوں شبنم بر زمین افتندہ ای

جبکہ ہمارے حکمرانوں کو بس جمہوریت کا راگ الاپنا یاد رہتا ہے، نیا پاکستان پرانے کرپٹ اور بے دین مستریوں کے ہاتھوں سے تعمیر کروانا ہے۔ کرپشن سے پاک نظام ان وزیروں کے ذریعے لانا ہے جو نہیں جانتے کہ اللہ و رسول کے احکامات کیا ہیں؟

اگر کوئی اہم مسئلہ شیڈول سے خارج ہے تو وہ اللہ احکم الحاکمین کا دین ہے۔ اللہ و رسول کے احکام کی پیروی کا ذرا خیال نہیں آتا اور نہ ہی ان کی ترجیحات میں شامل ہے، بالکل اس طرح جیسے قوم موسیٰ میدان تیہ میں چالیس سال گھومتی رہی۔ تھک ہار کر جب واپس آئی تو اسی جگہ پر تھی جہاں سے سفر شروع کیا تھا۔ یہی حال ہماری قوم کا ہے۔ چالیس سال پہلے روٹی کپڑے اور مکان کا نعرہ تھا اب بھی وہی فسون ساحری ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نماز کے بروقت اہتمام سے دنیا کے حکمرانوں کے لیے ایک پیغام تھا کہ عزت چاہتے ہو تو اللہ کی طرف آؤ۔ تیمارداری اور تندرستی چاہتے ہو تو اللہ کی طرف آؤ۔ حی علی الصلاۃ... حی علی الفلاح۔ جیسا کہ شاعر مشرق کے کلام میں مرید ہندی کا سوال تھا کہ

پڑھ لیے میں نے علوم شرق و غرب
روح میں باقی ہے درد و کرب

تو پیر رومی کا جواب تھا

دست ہر نا اہل بیمارت کند
سوئے مادر آ تیمارت کند

ہر نالائق لیڈر نے تجھے غلط راستے پر بھگا بھگا کر ہلکان

کر دیا ہے۔ اب اس کا حل صرف ایک ہے کہ ماں (دین و شریعت) کے پاس چلا آ۔۔۔ جو تیری تیار داری کرے گی۔ تجھے دوا کی نہیں عیادت کی ضرورت ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت اس جگہ (جہاں آج مسجد عمر ہے اور ہم جہاں بیٹھ کر اپنی گمشدہ تاریخ کا ماتم کر رہے ہیں) نماز ادا کی۔ بیت اللحم تشریف لے گئے تو وہاں بھی نماز کا وقت آ گیا تو نماز ادا کی۔ لاٹ پادری صفریانوس کے ہمراہ یروشلم کا دورہ کرتے ہوئے جب عیسائیوں کے چرچ (کنیسۃ القیامۃ) میں آ گئے۔

لاٹ پادری سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور دیانت داری سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے چرچ کی چابیاں بھی آپ کے حوالے کر دیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ چابیاں وہاں پہ مقیم ایک مدینہ کے خاندان کے حوالے کر دیں اور آج تک اسی خاندان کے پاس موجود ہیں جس طرح خانہ کعبہ کی چابیاں عتیبی خاندان میں 1400 سال سے موجود ہیں۔

یروشلم کے باسیوں نے اسلام کے اس عظیم سپوت اور تاریخ اسلام کے اس عظیم محسن کے اس اقدام کو یاد رکھا۔ اس جگہ پر نشانی لگا دی۔

خلیفہ مروان بن الحکم کے زمانہ تک یہاں صرف لکڑی کا ایک ڈھانچہ بطور علامت نصب رہا۔ بعد کے ادوار میں یہاں چھوٹی سی مسجد بطور علامت موجود رہی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بیٹے الافضل صلاح الدین نے 1193 میں ایک بڑی خوبصورت مسجد بنوا دی۔

بعد ازاں عثمانی سلطان عبد المجید اول نے اپنے دور میں اس کی تزئین و آرائش کی۔ یہاں بھی فاروقی سجدے کا نشان ہے اور بیت اللحم میں بھی مسجد عمر، فاروقی سجدے کی نشان کے طور پر موجود ہے۔ یہی علامت ہے صحیح لیڈر کی۔

داغ سجود تری جبین پر ہوا تو کیا
کوئی ایسا سجدہ کر کہ زمین پر نشان رہے

اب اسی خوبصورت مسجد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ہم گناہگار آج بیٹھے ہوئے اپنے شاندار ماضی کو یاد کر رہے ہیں۔

☆☆☆

شب معراج

رجب کی 27 تاریخ کو شب معراج منائی جاتی ہے۔ دن کو روزہ اور رات کو قیام کیا جاتا ہے۔ محافل نعت اور مختلف دینی مجالس منعقد کی جاتی ہیں اور مساجد میں چراغاں وغیرہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ قابل ذکر ہے کہ شب معراج کی تاریخ تو کجا اس کے مہینے میں بھی اختلاف ہے۔ کچھ نے معراج کے لئے ربیع الاوّل، کچھ نے محرم اور کچھ نے رمضان کا ذکر کیا ہے۔ (الرحیق المختوم: ص137)

جب شب معراج کے مہینے میں ہی اختلاف ہے تو اس کی تاریخ کا تعین کیسے کیا جا سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ شب معراج 27 رجب ہی ہے تب بھی اس دن کا خصوصی روزہ، قیام، محافل و مجالس اور چراغاں وغیرہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ بات طے ہے کہ معراج مکہ میں ہوئی اور اس کے بعد تقریباً 13 برس نبی کریم ﷺ صحابہ میں موجود رہے۔ اگر اس دن کوئی خاص عمل باعث برکت و فضیلت ہوتا تو سب سے پہلے اسے نبی کریم ﷺ اختیار کرتے جبکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اس دن کا کوئی بھی خاص عمل نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے۔ تو اس دن کو بعض اعمال کے لئے خاص کرنا دین میں نئی ایجاد کردہ بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا ایسی تمام بدعات و خرافات سے خود بھی بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی بچانا چاہئے۔

نیز اگر کوئی نفلی روزہ و قیام کا اہتمام کرنا ہی چاہتا ہے تو اس کے لئے سنت نبوی ﷺ موجود ہے۔ آپ ﷺ روزانہ رات کو گیارہ رکعت قیام کیا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک: 243)

اور ہر ہفتے میں سوموار اور جمعرات کا نفلی روزہ رکھا کرتے تھے۔ (سنن أبو داوٗد: 2436)

اس لئے اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھنا چاہے یا قیام اللیل کرنا چاہے تو اس سنت کو اپنائے، بدعات میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے جو کوشش و محنت کے باوجود انسان کے لئے ہلاکت کا باعث ہیں۔

☆☆☆

امام حسن بصری رحمہ اللہ ایک رات دعا کر رہے تھے: جس نے مجھ پر ظلم کیا اسے تو معاف فرما۔

یہ دعا انہوں نے بہت کثرت سے کی یہاں تک ان کے پڑوسی کو اگلے دن کہنا پڑا: اے امام! کل رات آپ نے ظلم کرنے والے کے لئے اتنی دعا کی کہ مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میں نے کبھی آپ پر ظلم کیا ہوتا. آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ امام نے فرمایا: میں نے اللہ کا فرمان پڑھا: ﴿ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّـهِ ﴾ "جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔" (شرح البخاري لابن بطال: 6/575)

☆☆☆

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" مصيبة تُقبل بها على الله ، خير لك من نعمة تنسيك ذكر الله ".

"وہ مصیبت جو اللہ کو یاد کرنے کا باعث ہو اس نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو اللہ سے غافل سے کر دے۔"
(تسلية أهل المصائب للمنبجي: 224)



اب یہ کون سا اصول یا ضابطہ ہے ؟ یا یہ کہاں کا انصاف اور تحقیق ہے کہ ایک ہی راوی کی حدیث جب اس سے اپنی فقہ یا اپنے کسی مزعومہ عقیدے کا اثبات ہو تو اس کی بیان کردہ روایت، صحیح روایت، اور اس کا انکار، صحیح حدیث کا انکار، قرار پائے اور اپنی فقہ یا مرضی کے خلاف ہو، تو بعض آئمہ جرح کے یکطرفہ اقوال نقل کرکے اور آئمہ جرح وتعدیل کی اکثریت کے اقوال تعدیل کو نظر انداز کرکے یہ فیصلہ دینا کہ، اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم وجود بالکل برابر ہے۔ فیاللعجب

اس گروہ کے نزدیک حدیث تب قابل حجت ہے جب اس سے ان کا کوئی فقہی مسئلہ یا ان کا خود ساختہ عقیدہ ومسلک ثابت ہوتا ہو، چاہے وہ روایت مسلمہ اصول تحقیق کی رو سے پایہ اعتبار سے ساقط ہو، لیکن جو حدیث اس کے برعکس ہو، چاہے وہ سند کے اعتبار سے کیسی ہی اعلی درجے کی ہو، وہ ان کے نزدیک نا قابل اعتبار ہے۔ چنانچہ صحیحین (بخاری ومسلم) کی روایات سے، جن کی صحت پر علماء وفقہائے امت کا اتفاق ہے، جان چھڑانے کے لئے ان کے ثقہ راویوں کو مجروح ثابت کرنا اور تیسرے چوتھے درجے کی کتب احادیث سے یکسر ضعیف اور ناقال اعتبار روایات سے استدلال کرکے اپنے مزعومہ عقاید اور مسائل فقہ کو ثابت کرنا اس گروہ کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ اور اس میں امانت ودیانت علمی کا جس طرح خون کیا جاتا ہے اور خوف خدا سے بے نیازی کا جس دیدہ دلیری سے ارتکاب کیا جاتا ہے وہاں سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ علمی بددیانتی اور خوف خدا سے بے نیازی کی ایک آدھ مثال بھی مزید وضاحت کے لئے پیش کردی جائے (مثالیں تو بہت ہیں لیکن طوالت کے پیش نظر زیادہ مثالیں پیش نہیں کی جاسکتے) ملاحظہ فرمائیں:

اہل حدیث اور احناف کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے۔ اہل حدیث کہتے ہیں جو فرق احادیث سے ثابت ہیں مثلاً عورت بغیر سر ڈھانپے نماز نہ پڑھے، امام کے بھول جانے کی صورت میں مرد سبحان اللہ کہیں اور عورت تالی بجا کر امام کو متنبہ کرے وغیرہ۔ باقی نماز کے احکام میں عورت صلوا کما رأیتمونی اصلّی، کے تحت مردوں ہی کی طرح نماز ادا کرے گی۔ سینے پر ہاتھ باندھنا، رفع الیدین کندھوں کے برابر تک کرنا، رکوع، سجود، التحیات (تشہد) میں بیٹھنے کی کیفیت وغیرہ۔ ان تمام ارکان کی ادائیگی میں مرد اور عورت کے درمیان کسی قسم کا فرق کسی صحیح مرفوع متصل روایت سے ثابت نہیں ہے۔ علمائے احناف ان تمام باتوں میں فرق بیان کرتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ فرق کوئی تین باتوں میں، کوئی پانچ باتوں میں اور کوئی اس سے بھی زیادہ باتوں میں بیان کرتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی فرق کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں، لیکن چونکہ مذکورہ فروق فقہ حنفی میں بیان ہوئے ہیں اسلئے علمائے احناف ان کے کرنے پر اس طرح اصرار کرتے ہیں جیسے یہ نصوص شریعت سے ثابت ہیں حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔

جب علمی دلائل کے ذریعہ سے عورتوں کا حنفی طریقہ نماز ثابت کرنے کا مسئلہ آتا ہے تو اس میں علمائے احناف بالعموم دو طریقے اختیار کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے لئے یکسر ضعیف اور ناقابل حجت روایات سے استدلال کرتے ہیں، اور یہاں علمی امانت ودیانت کا خون کرکے صریحاً دھوکہ دہی کا ارتکاب کرتے ہیں، یعنی ضعیف اور منکر روایات کو صحیح باور کرایا جاتا ہے، جیسے مثلاً ایک کتاب، خواتین کا طریقہ نماز، کے عنوان سے مطبوع ہے جو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کی شائع کردہ ہے، مولف کا نام جناب عبد الرؤف سکھروی نائب مفتی جامع دارالعلوم کراچی، ہے۔ اس میں چھ سات حدیثیں، حدیث رسول کے نام سے درج کرکے حنفی طریقہ نماز کا اثبات اور اسکی فضیلت ثابت کی گئی ہے، لیکن ان میں سے ایک بھی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ اور اس سے بھی زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ جن کتابوں سے (جو تیسرے چوتھے درجے کی کتابوں میں شمار ہوتی ہیں اور جن میں کثرت سے ضعیف اور منکر روایات ہیں، بصراحت محققین ومحدثین) وہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں وہاں ان کے ضعف کی صراحت موجود ہے مثلاً مجمع الزوائد کی ایک حدیث کا حوالہ ہے، اس کے آگے مولف کی طرف سے اس کی سند کے بارے میں صراحت ہے کہ اس میں ایک راویہ ام یحی ہے لم اعرفها، میں اس کو نہیں جانتا، اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ مجہول راوی کی روایت نامقبول ہے۔ دو روایتیں سنن الکبری بیہقی کے حوالے سے ہیں، وہاں یہ صراحت موجود ہے کہ ان میں فلاں فلاں راوی ضعیف ہیں لا یحتج با مثا لهما۔ ان جیسے راویوں کی حدیث قابل حجت نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مجمع الزوائد۔ جلد 2 ص 103۔ السنن الکبری للبیہقی جلد 2۔ ص 222۔223 طبع قدیم۔ طبع جدید جلد 2 ص 314۔315) لیکن مؤلف مذکور نے ایک نہایت ذمہ دار علمی منصب پر فائز ہونے کے باوجود روایات تو وہاں سے لے لیں لیکن مؤلفین کے ضعف کی صراحت اور راویوں کی حیثیت عرفی کو بالکل گول کرگئے ہیں۔ یہ امانت ودیانت کی

کون سی قسم ہے اور زہد و تقوی کا کون سا انداز ہے ؟ باقی بھی جتنی روایات یا فقہی دلائل بیان کئے گئے ہیں ان سب میں اسی قسم کی امانت و دیانت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ھداھم اللہ

بد قسمتی سے بر صغیر پاک وہند کے علمائے احناف کی اکثریت بیشتر اختلافی مسائل میں یہی رویہ اختیار کرتی ہے جس سے اختلافات کی شدت اور گرما گرمی بر قرار ہے۔

دوسرا طریقہ عورتوں کے حنفی طریقہ نماز کے اثبات کے لئے جو بعض علمائے احناف اختیار کرتے ہیں وہ عقل و قیاس کا استعمال ہے یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کا طریقہ نماز جو فقہ حنفی میں بیان کیا گیا ہے وہ عقل و قیاس کی بنیاد پر ہے۔ اور وہ بنیاد کیا ہے، یہ کہ اس میں عورت کے لئے پردہ زیادہ ہے ۔ یعنی یہ طریقہ، استر، (زیادہ باپردہ) ہے۔ فی الحال اس بحث کو چھوڑیئے کہ عبادات تو توقیفی ہیں اور توقیفی مسائل میں قیاس ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں صرف دوسرا طریقہ استدلال بیان کرنا مقصود ہے، اس میں گویا یہ اعتراف ہے کہ فقہ حنفی میں عورتوں کا طریقہ نماز جو مردوں سے مختلف بیان کیا گیا ہے، وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ علمائے احناف کا یہ گروہ امین و دیانت دار اور دھوکہ دہی سے پاک ہے، گو فقہی جمود ان کے اندر بھی موجود ہے، اسی لئے دلائل نہ ہونے کے باوجود فقہ حنفی کے اس مسئلے سے رجوع کی توفیق ان کو بھی نہیں ملی، بلکہ وہ پھر بھی اس کو قرآن وحدیث کے مطابق ہی سمجھے اور اپنے عوام کو باور کرا رہے ہیں۔

اب یہ سوال ہے کہ علمائے احناف کا یہ دوسرا گروہ کون سا ہے ؟ یہ عرب کے علمائے احناف یعنی ملک شام سے تعلق رکھنے والے ہیں، اس وقت تین کتابیں ہمارے سامنے ہیں، جو تین عرب حنفی علماء کی (عربی میں) تحریر کردہ ہیں۔ تینوں کا موضوع یہ ہے کہ فقہ حنفی کے سارے مسائل قرآن وحدیث کے مطابق ہیں اور اس کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اس پر اپنا پورا زور صرف کیا ہے ۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس دعوی اور کوشش کے باوجود تینوں حنفی علماء نے مسئلہ زیر بحث میں ایک مرفوع حدیث بھی پیش نہیں کی، ان میں سے بعض نے پانچ فرق اور کسی نے تین فرق بیان کئے ہیں اور دلیل صرف یہ دی ہے کہ یہ طریق، استر، (زیادہ باپردہ) ہے۔ ان کتابوں کا مکمل تعارف اور ان کے ضروری اقتباسات حسب ذیل ہیں تا کہ ہماری بات کی صداقت کوئی پر کھنا چاہے تو پر کھ سکتا ہے۔

پہلی کتاب کا نام ہے الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید۔ صیاغۃ جدیدہ و میسرۃ للاحکام الشرعیۃ علی مذہب الامام ابی حنیفہ مع ذکر الدلیل من الکتاب والسنہ (5 جلدیں) کتاب کے نام کا ترجمہ حسب ذیل ہے: فقہ حنفی، نئے قالب میں، امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق، شرعی احکام کی تسہیل و آرائش نو، کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ ۔ مصنف کا نام عبد الحمید محمود طہماز۔ مطبوعہ الدار الامیہ بیروت طبع اولی 1998ء۔

اس کتاب کے مولف نے مرد و عورت کی نماز کے درمیان پانچ فرق بیان کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں (ہم صرف ترجمہ پیش کرتے ہیں):

نماز کی پہلی سنت، تکبیر تحریمہ سے پہلے رفع الیدین کرنا، مرد کانوں کے برابر تک دونوں ہاتھ اٹھائیں، اور عورت کندھوں کے برابر تک، اس لئے کہ اس میں عورت کیلئے زیادہ پردہ ہے۔،

بر صغیر کے علمائے احناف چھاتی تک ہاتھ اٹھانا بیان کرتے ہیں، ان صاحب نے کندھوں تک بیان کیا ہے۔ بہر حال دلیل کے طور پر مصنف نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر تک اٹھاتے۔ (صحیح مسلم۔ ص 391 ۔ الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید۔ جلد 1 ص 215)

یہ دلیل تو مردوں کے رفع الیدین کرنے کی ہو گئی، لیکن عورتیں کس دلیل کی رو سے کندھوں تک رفع الیدین کریں؟ یہ دلیل فاضل مصنف نے پیش نہیں کی۔

دوسرا فرق: نماز کی چوتھی سنت یہ ہے کہ مرد اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتیوں کے نیچے سینے پر رکھے بغیر ہاتھوں کے پکڑے، بلکہ ہتھیلی کے اوپر ہتھیلی رکھے، اس لئے کہ اس میں اس کے لئے زیادہ پردہ ہے۔

اس کی دلیل میں حسب ذیل حدیث کی ہے:

سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں مرد اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں بازو پر رکھیں (بخاری: رقم حدیث 740)

اس حدیث میں مرد کے لئے اس حد تک تو دلیل ہے کہ وہ حالت قیام میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں بازو پر رکھے، لیکن وہ یہ ہاتھ جسم کے کس حصے پر رکھے؟ اس کی کوئی صراحت نہیں۔ اس کیلئے فاضل مصنف نے مسند احمد اور ابو داؤد کے حوالے سے زیر ناف والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے لیکن اس بات کی خود ہی صراحت کر دی ہے کہ اس کی سند میں کچھ گفتگو ہے۔ وفی سندہ مقال (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید جلد 1 ص 217)۔ لیکن عورت کے لئے ہاتھ باندھنے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کی کوئی دلیل سوائے استر (زیادہ باپردہ) ہونے کے اور کوئی بیان نہیں کی۔

تیسرا فرق: مرد رکوع میں مضبوطی سے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنوں کو پکڑلے اور کمر کو توڑے، یعنی اسے ہموار رکھے، نہ وہ اونچی ہو نہ نیچی۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر مضبوطی سے رکھ لے، ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی انگلیاں کشادہ کرلے۔ یہ سارے احکام مردوں کے لئے ہیں۔ لیکن عورت اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کرے، اپنے گھٹنے پکڑے، بلکہ اپنی انگلیوں کو ملالے اور اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اور اپنے گھٹنوں کو خم دے اور اپنے بازوؤں کو اپنے ساتھ ملا کر رکھے۔

اس لئے کہ اس میں اس کے لئے زیادہ پردہ ہے۔ (الفقہ الحنفی۔۔ جلد 1 ص 221)

چوتھا فرق: مرد کے لئے سجدے کی کیفیت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

لیکن عورت سجدہ سمٹ اور دبک کر کرے، اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملالے اور اپنے بازوؤں کو بھی پہلوؤں کے ساتھ ملالے۔ اس لئے کہ عورت کے معاملے کی بنیاد ستر (پردے) پر ہے۔ بنابریں اس کے حق میں وہ طریقہ سنت ہے جو سب سے زیادہ پردے والا طریقہ ہے۔

(اس کی دلیل یہ مرسل روایت ہے جو پہلے گذر چکی ہے، جسے امام بیہقی نے بھی منقطع حدیث کہہ کر نقل کیا ہے)۔ یزید بن ابی حبیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم سجدہ کرو تو اپنا کچھ گوشت (یعنی پیٹ) زمین سے ملالیا کرو، اس لئے کہ عورت اس معاملے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔ (ابوداؤد فی المراسیل۔ الفقہ الحنفی: 1/223)

پانچواں فرق: آخری تشہد میں بیٹھنے کی بابت حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ اپنا بایاں پیر آگے کو نکال لیتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے اور اپنی سرینوں پر بیٹھ جاتے۔ اس کو تورّک کرکے بیٹھنا کہتے ہیں۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے لیکن الفقہ الحنفی۔۔کے مولف نے اسے مضطرب الاسناد والمتن کہہ کر رد کر دیا ہے گویا ان کے نزدیک مرد آخری تشہد میں بھی تشہد اول ہی کی طرح بیٹھے۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

لیکن عورت آخری تشہد میں تورّک کرکے اپنے چوتڑوں پر بیٹھے (یعنی جس کو صحیح حدیث کے باوجود مردوں کے لئے رد کر دیا گیا ہے، اب اسے عورتوں کے لئے عقل کی بنیاد پر ثابت کیا جارہا ہے) اور ران کو ران پر رکھ لے اور اپنے پیروں کو دائیں چوتڑ کے نیچے سے باہر نکال لے، اس لئے کہ یہ اس کے لئے زیادہ باپردہ ہے۔ (الفقہ الحنفی: ج 1 ص 226)

اس حنفی عالم نے عورت کے لئے پانچ فرق بیان کئے ہیں اور کسی بھی فرق کے لئے کوئی حدیث سرے سے پیش ہی نہیں کی۔ صرف سجدے کی کیفیت کے لئے ایک مرسل روایت پیش کی ہے جو محدثین کے نزدیک ناقابل حجت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں ایک راوی سالم بھی متروک ہے اس اعتبار سے اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ پھر اس میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ تم سجدے میں کچھ گوشت زمین کے ساتھ ملالیا کرو۔ ان الفاظ کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ یہ واضح ہی نہیں ہوتا۔ لیکن عورت کے سجدے کے لئے جو تین باتیں بیان کی گئی ہیں اور کی جاتی ہیں کہ:

1۔ عورت جھک کر سجدہ کرے۔

2۔ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملالے۔

3۔ اپنے بازوؤں کو جمع کرلے۔

کیا یہ تینوں باتیں، کچھ گوشت زمین کے ساتھ ملالو، میں آتی ہیں؟ آتی ہیں، تو کس طرح آتی ہیں؟ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔

بہر حال ہم عرض کر رہے ہیں کہ الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید کے مولف نے چار فروق کے لئے یہ تو تسلیم کر لیا کہ ان کے پاس ان کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو ضرور پیش کرتے، کیونکہ ان کا تو مقصد تالیف ہی فقہ حنفی کے ہر مسئلہ کو کتاب وسنت کے مطابق ثابت کرنا ہے۔ ان چاروں باتوں کے اثبات کے لئے انہیں یہ عقلی سہارا لینا پڑا ہے کہ عورت کے لئے یہ کیفیتیں استر (زیادہ باپردہ) ہیں لیکن ان کو یہ توفیق نہیں ملی کہ پہلے وہ اعتراف کرتے کہ ان چاروں (بلکہ پانچوں) مسئلوں کے لئے کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے لیکن ہماری عقلوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ عورت ان مسئلوں میں اس طرح عمل کرے کیونکہ ان میں ان کے لئے زیادہ پردہ ہے۔

کیا عقل و قیاس کی بنیاد پر کسی چیز کو فرض وواجب وسنت ومستحب قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہم حنفی علماء سے پوچھتے ہیں کہ جس چیز کی بابت قرآن وحدیث میں کوئی حکم اور کوئی صراحت نہ ہو، کیا اسے عقل وقیاس کی بنیاد پر فرض وواجب یا سنت ومستحب قرار دیا جا سکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کی کیا دلیل ان کے پاس ہے؟ اور اگر نہیں کیا جاسکتا تو انہوں نے آخر کس بنیاد پر یہ فرق تجویز کیا ہے؟

احناف کے پاس صرف سجدے کی کیفیت میں ایک مرسل (اور وہ بھی ضعیف ومنقطع) روایت ہے اور وہ بھی نہایت مبہم۔ اس میں وہ ساری کیفیات ہرگز نہیں آتیں جو عورت کے لئے ضروری قرار دی جاتی ہیں۔ سجدے کی یہ کیفیات بھی گویا خانہ ساز ہیں جن کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔

دوسری کتاب کا نام ہے، الفقہ الحنفی وادلتہ (حنفی فقہ اور اس کے دلائل)، اس کے مولف کا نام ہے الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی۔ مطبوعہ دار الکلم الطیب۔ یہ کتاب تین جلدوں میں دمشق بیروت سے 2000ء میں بار اول شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں عورت کے لئے تین فرق بیان کئے گئے ہیں:

1۔ مرد اپنے ہاتھ ناف کے نیچے رکھیں اور عورت ہتھیلی پر ہتھیلی چھاتی کے نیچے رکھے (ص 173)۔

2۔ عورت سجدہ جھک کر کرے اور اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملالے، اس لئے کہ اس کے لئے اس میں زیادہ پردہ ہے۔ (کتاب مذکور، ص 174)۔

3۔ عورت اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنا بایاں پیر دائیں سیرین کے نیچے سے نکال لے اس لئے کہ یہ طریقہ اس کے لئے زیادہ باپردہ (استر) ہے۔ (کتاب مذکور، ص 175)۔

دیکھ لیجئے! اس حنفی عالم نے بھی ان فروق کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی حالانکہ اس کتاب کا موضوع بھی فقہ حنفی کے مسائل کے قرآنی وحدیثی دلائل بیان کرنا ہے۔

☆☆☆

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ایمان کا لازم ہے

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب ڈڈلی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم م کے بعد جتنے فتنے برپا ہوئے ان میں ایک فتنہ عبداللہ بن سبا کا تھا، جس نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا مگر دل سے مرتد ہو گیا تھا اور مسلمانوں میں یہ خیال راسخ کرنے کی کوشش کیا کہ ہر نبی نے اپنا ایک وصی بنایا ہے اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک وصی تھا وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں ان کا حق انہیں دلانا چاہیئے، دراصل یہ مصر سے مدینہ آیا تھا اور اس فکر کو یہاں عام کرنا شروع کر دیا۔ جس سے منافقین متاثر ہوئے جو بالآخر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوئی! حضرت صحابہ کرام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کا مضبوط عقیدہ تھا، ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت یا وصیت کیجیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «قل آمنت باللہ ثم استقم» (صحیح مسلم) "کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر استقامت اختیار کر۔" وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ کیا قربانی ضروری ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی کرتے تھے، اس شخص نے پوچھا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی دیتے تھے تو تم کہہ رہے ہو کہ قربانی واجب ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کی فضیلت بیان کر رہے تھے تو ایک شخص نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے! سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں تمہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پیش کر رہا ہوں اور تم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات پیش کر رہے ہو! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے فدا تھے، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے حکم پر قریش کے سرداروں سے بات کرنے کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے تو قریش کے اعیان نے جواب دیا کہ آپ مکہ میں آچکے ہیں اس لیے آپ عمرہ کر لیجئے اور مسلمان اب عمرہ نہیں کر سکتے آئندہ سال عمرہ کریں! سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے نبی سے عمرہ نہ کریں اور میں عمرہ کروں یہ نہیں ہو سکتا اور وہ عمرہ کئے بغیر حدیبیہ واپس آگئے اور نبی ہے کو قریش کے جواب سے آگاہ کیا! آج کے مسائل کا حل بھی وہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا، قیامت کے قریب لوگ علم کے بغیر فتوے دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے!

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام سے نکال دیں تو کچھ بچتا ہی نہیں، صحابی ہونا بھی ہے کسی نہیں ہے، اللہ نے ان کا انتخاب کیا ہے، ہر صحابی اللہ کا چنا ہوا ہے، صحابہ وہ تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے جیسا نہ سمجھیں ان کی شان میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (سورة البقرہ:137)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاریخ سے سمجھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ صحابہ کو قرآن و حدیث سے سمجھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطا نہیں تھے، یہ خصوصیت صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے ان کے علاوہ کوئی بھی شخص معصوم نہیں ہے! صحابی اس کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور اسی ایمان کی حالت میں ان کی وفات ہوئی ہو ایسے شخص کو جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی! ہماری دعوت یہ ہے کہ ہم ان ہی تین زمانوں کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جن تین زمانوں کی طرف اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گارنٹی دی ہے کہ وہ سب سے بہترین زمانے ہیں، ایک نبی کا زمانہ دوسرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ اور تیسرا تابعین کا زمانہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صحابیات حتی کہ بچے بھی دین اسلام کے لیے قربانیاں پیش کی ہیں جیسے معاذ اور معوذ نے جنگ بدر میں ابو جہل کو جہنم رسید کیا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بنادی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مبارک بستیاں ہیں، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مبارک ہستیاں ہیں جن سے اللہ راضی تھا، اصل چیز اللہ کا راضی ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی تقسیم کر دو تو صحابہ کے مد نا اس کے نصف برابر ثواب حاصل نہیں کر سکتے، صحابہ سے محبت صرف اہل ایمان کرتے ہیں اور ان سے بغض صرف منافق کرتے ہیں ان سے بغض رکھنے والا مومن نہیں ہو سکتا!

گزشتہ دنوں مسجد اہل حدیث محمدی بریڈ فورڈ 3 میں 'دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم' پر ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شارجہ سے آئے ہوئے عالمی شہرت یافتہ اسکالر مولانا ظفر الحسن مدنی، مولانا محمد عبد الہادی العمری، مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، قاری ذکاء اللہ سلیم، قاری حمود الرحمن مکی، قاری زکریا سعود نے ایمان افروز خطابات کئے، کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب نے صحابہ کرام کی شان میں ایک نظم پیش کی:

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم
بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سب سے اعلی، رضی اللہ عنہم

اسٹیج سیکریٹری کے فرائض حافظ زکریا سعود نے بحسن خوبی انجام دیئے، امیر جمیعہ بریڈ فورڈ چودھری برکت علی، برادر بشارت سیکریٹری، خازن برادر عثمان بن صفدر، برادر ظفر، برادر ارشد اور دیگر منتظمین نے بہترین انتظامات کئے اور مہمانوں کے لیے بہت ہی اچھا انتظام کیا، تناول طعام کا بہترین انتظام تھا، یہ کانفرنس جو بعد نماز ظہر شروع ہوئی تھی، نماز عشاء تک جاری رہی، خواتین بھی سخت سردی کے باوجود خاصی تعداد میں شریک ہوئیں، آخر میں شکریہ اور دعائے مسنون پر یہ کانفرنس اختتام کو پہنچی۔ اللہ کریم تمام منتظمین و معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کانفرنس میں مولانا منیر قاسم، مولانا حافظ عبد الرحیم، مولانا رفیق عابد مدنی، مولانا شفیق الرحمن شاہین، شیخ ابو حمز، مدنی، حاجی اسحاق ڈیوزبری، حافظ عمار انجینئر اور بہت سے اہل علم و ذمہ داروں نے شرکت کی۔

